حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات مستند حوالہ جات کے ساتھ

سیرتِ پاک

حضرت علی رضی اللہ عنہ

مرتب **محمد محسن**

شاکر پبلی کیشنز لاہور

اللهم وال من والاه وعاد من عاداه

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات مستند حوالہ جات کے ساتھ

سیرتِ پاک

حضرت علی رضی اللہ عنہ

مرتب

محمد محسن

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور
فون 0322-22 22 740

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

جملہ حقوقِ ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں

سیرتِ پاک

حضرت علی رضی اللہ عنہ

زیرِ سرپرستی: ملک شبیر حسین

باہتمام: ملک محمد شاکر

سن اشاعت مارچ 2014

طابع اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ ورڈ میکر

قیمت -/130 روپے

[illegible]

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور
فون 042-7246006

نظامیہ کتاب گھر
زبیدہ سنٹر اردو بازار لاہور

● **مکتبہ مثنویہ سیفیہ**
[illegible] موبائل: 0301-7720764

اسلامک بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

احمد بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

ضروری التماس

قارئین کرام ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی صحیح میں پوری کوشش کی ہے تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکرگزار ہوگا۔

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
حرف ابتداء	11
باب اوّل	13
نام ونسب	13
شجرہ نسب پدری	13
شجرہ نسب مادری	13
جناب ابوطالب	14
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد	16
کنیت ابوتراب کی وجہ تسمیہ	18
ولادت باسعادت	19
مثرم بن وعیب کی پیشین گوئی	19
آغوشِ نبوت ﷺ میں پرورش	21
باب دوم	22
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا	22
میں اپنے والد سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں	22
کس عمر میں اسلام قبول کیا؟	23

بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے 23
حضور نبی کریم ﷺ کی اعلانیہ دعوت 23
تم میرے وارث اور بھائی ہو 24
ہجرتِ مدینہ 26
تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو 30
دختر رسول اللہ ﷺ سے نکاح 31
غزوات میں شمولیت 35
غزوۂ بدر 35
غزوۂ احد 36
غزوۂ حمرۃ الاسد 39
غزوۂ بنو نضیر 40
غزوۂ بدر الموعود 41
غزوۂ ذات الرقاع 42
غزوۂ خندق 42
غزوۂ بنی قریظہ 45
سریہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب 46
صلح حدیبیہ 47
غزوۂ خیبر 51
فتح مکہ 55
تجھے اتارنے والا جبرائیل (علیہ السلام) تھا 59
غزوۂ حنین 60

غزوۂ طائف	63
بنی طے کی سرکوبی	64
غزوۂ تبوک	64
نقیب اسلام	65
تبلیغ اسلام کے لئے یمن روانگی	67
حجۃ الوداع	67
باب سوم	69
حضور نبی کریم ﷺ کا ظاہری وصال	69
حضور نبی کریم ﷺ کو غسل دینا	75
حضور نبی کریم ﷺ کی تدفین	76
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا غم	77
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ منتخب ہونا	77
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ تسلیم کرنا	79
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنگ پر جانے سے روکنا	81
خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ میں مجلس شوریٰ کے رکن	82
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنا	82
دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ	83
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال	83
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ منتخب ہونا	84
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ نہ چھوڑنے کا مشورہ دینا	84
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کا مشورہ دینا	84

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مقرر کرنے کا مشورہ دینا 85

خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ میں مجلس شوریٰ کے رکن 85

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے چھ نامزدگیاں 86

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال 87

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ منتخب ہونا 88

سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی 89

دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ 90

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فتنوں کے موقع پر مشورہ کرنا 90

شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ 90

باب چہارم 92

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا منصب خلافت پر فائز ہونا 92

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ 93

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنا 94

خلافت مرتضوی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمانِ نبوی ﷺ 95

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت 95

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت 95

خلفائے راشدین کی خصوصیت بزبانِ رسول اللہ ﷺ 96

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ 96

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ 97

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مشورہ 97

عمال کی تقرریاں 99

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاصد	101
طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کا اجازت طلب کرنا	101
اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جانبدار رہنے کا فیصلہ	102
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق غلط فہمی	102
حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا مشورہ	103
شام پر لشکر کشی کا ارادہ	103
باب پنجم	104
مسلمانوں کے دو گروہ	104
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قصاص کا مطالبہ	104
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بصرہ روانگی	106
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ردعمل	107
حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی سفارت کاری	107
حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی کاوش	109
ابن سبا کی شرانگیزی	110
جنگ جمل	111
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات	113
جنگ جمل میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت	114
مرکز کی تبدیلی	115
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیس رضی اللہ عنہ کو خط	116
حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا جواب	117
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا خط	117

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا جوابی خط	117
حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی	118
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی دمشق روانگی	119
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مکتوب بنام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	121
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جوابی مکتوب	121
جنگ صفین	123
جنگ بندی	127
جنگ بندی کا معاہدہ	129
دومۃ الجندل میں مصنفین کا اجتماع	130
خلافت دو حصوں میں منقسم ہوگئی	132
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خوارج	134
جنگ نہروان	136
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مصر پر قابض ہونا	137
اہل بصرہ کی بغاوت کو کچلنا	138
اہل ایران کی بغاوت کو کچلنا	139
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقبوضہ علاقوں پر شامی افواج کی لشکر کشی	139
باب ششم	141
فضائل ومناقب	141
فضیلت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بروئے قرآن مجید	141
فضیلت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بروئے احادیث	145
مومن بغض نہیں رکھتا	145

علی رضی اللہ عنہ سے محبت، اللہ سے محبت ہے 145
شہر علم کا دروازہ 145
میں اور علی رضی اللہ عنہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں 145
علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے 146
تو میرا ہے میں تیرا ہوں 146
مردوں میں سب سے زیادہ محبت 146
فضیلت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بزبانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم 146
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا چہرۂ علی رضی اللہ عنہ کو تکنا 147
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول 147
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول 147
سیرتِ مبارکہ 148
محنت مزدوری میں عار محسوس نہ کرتے تھے 148
نفس کو عمدہ چیزوں کا عادی نہیں بنایا 148
ایک لونڈی کی سفارش 149
بوسیدہ چادر 149
بیت المال میں جھاڑو لگانا 150
حلیہ مبارکہ 150
کشف و کرامات 151
بوسیدہ دیوار 151
سیلاب میں کمی 151
ایک ساعت میں قرآن ختم کرنا 152

مدفن امام حسین رضی اللہ عنہ سے آگاہی 152
بینائی جاتی رہی 153
باب ہفتم 154
شہادت 154
خوارج کی سازش 155
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ 157
حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت 157
صاحبزادوں کو وصیت 157
شہادت علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق فرمانِ نبوی ﷺ 158
دو شخص انتہائی بدبخت ہیں 158
حضور نبی کریم ﷺ سے حوضِ کوثر پر ملاقات 158
میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے ہی سن رکھا ہے 158
شہادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ 159
تجہیز و تکفین 159
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولاد 159

حرف ابتداء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

اللہ عزوجل کی ذات بابرکات کا ہم پر بے پایاں احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا امتی بنایا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی باعث تخلیق کائنات ہے اور آپ ﷺ کی ذات بابرکات کے فیوض و برکات ازل سے جاری ہیں اور ابد تک جاری رہیں گے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رشتہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور دین اسلام قبول کرنے والے اوّلین لوگوں میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک محض دس برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سایہ رسول اللہ ﷺ میں پرورش پائی اور اخلاق و عادات میں حضور نبی کریم ﷺ کا پرتو تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کا داماد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

جس کی قوت دین اسلام کی طاقت ٹھہری
وہ علی جس کی رضا حق کی مشیت ٹھہری

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا اور آپ رضی اللہ عنہ کو بوقت ہجرت اپنے بستر پر لٹایا اور آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور

نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ اپنے مخالفین کے ساتھ جھگڑوں سے فرصت پاتے تو یقیناً ہمارے لئے علم کے بیش بہا موتی چھوڑتے۔

مظہر فیض خدا ، جان و دل ختم رسل
قبلہ آلِ نبی ﷺ ، کعبہ ایجادِ یقیں
ہو وہ سرمایہ ایجاد جہاں گرمِ خرام
ہر کف خاک ہے واں گردۂ تصویر زمیں

زیر نظر کتاب ''سیرتِ پاک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' کی تالیف میں مستند کتب سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مستند حوالہ جات ہر واقعہ کی مناسبت سے درج کیے جائیں تاکہ قارئین کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرتِ پاک کے بارے میں درست آگاہی ہو اور قارئین حقیقی معنوں میں آپ رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کو جان سکیں۔ میں اپنی اس کاوش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں اور بارگاہِ رب العزت میں حبیب خدا ﷺ کے صدقہ ۔ ے دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس جانثار ۔ ے حالات و واقعات تحریر کرنے پر میری مغفرت فرمائے اور مجھے حقیقی معنوں میں دین اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا کرنے والا بنا دے۔ آمین

باب اوّل:

نام ونسب

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک علی (رضی اللہ عنہ) ہے جبکہ والد کا اسم عبدمناف بن عبدالمطلب ہے جو ابوطالب کے لقب سے مشہور ہوئے اور والدہ کا اسم مبارک فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۵۰، اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۵۹۶، تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۱، البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۴۴۵)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب حیدر ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۵۰، اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۵۹۶، تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۱)

شجرہ نسب پدری:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب پدری ذیل ہے۔

"علی (رضی اللہ عنہ) بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی۔"

(طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۵۰، تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۱، اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۵۹۶)

شجرہ نسب مادری:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب مادِری ذیل ہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ۔"

(طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۵۰، تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۱، اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۵۹۶)

جناب ابوطالب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابوطالب ہیں۔ ابوطالب کا حقیقی نام عبد مناف ہے۔ آپ، جناب عبدالمطلب کے بیٹے اور حضور نبی کریم ﷺ کے سگے چچا ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے والد حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے قبل ہوا اور حضور نبی کریم ﷺ کی تمام ذمہ داری آپ ﷺ کی والدہ حضرت سیّدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے کاندھوں پر آن پڑی۔ حضرت سیّدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک چھ برس تھی۔ حضرت سیّدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب کے کاندھوں پر آئی اور پھر جس وقت جناب عبدالمطلب کا وصال ہوا اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک آٹھ برس تھی۔ جناب عبدالمطلب کے وصال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری آپ ﷺ کے چچا جناب ابوطالب نے سنبھال لی۔ حضور نبی کریم ﷺ آٹھ برس کی عمر میں جناب ابوطالب کی آغوش میں گئے اور پچاس برس کی عمر تک ان کے ساتھ رہے۔ آپ ﷺ کو اپنے چچا جناب ابوطالب سے بے پناہ محبت تھی۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول صفحہ ۴۷)

منقول ہے کہ جناب ابوطالب تجارت کی غرض سے شام کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ نے اس سفر میں حضور نبی کریم ﷺ کو بھی اپنے ہمراہ رکھا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک دس برس تھی۔ راستہ میں جناب ابوطالب کی ملاقات ایک راہب بحیرہ سے ہوئی۔ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کو پہچان لیا اور جناب ابوطالب

سے کہا اس بچے کو لے کر واپس لوٹ جائیں اور اس بچے کو یہود و نصاریٰ سے بچائیں اگر انہوں نے اس بچے کو پہچان لیا تو وہ اسے نقصان پہنچائیں گے۔ جناب ابوطالب نے بحیرہ راہب کی بات سنی تو واپس لوٹ آئے۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۴۷ تا ۴۸)

جناب ابوطالب کا شمار مکہ مکرمہ کے معززین میں ہوتا تھا چنانچہ جس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو آپ ﷺ کو اپنے چچا جناب ابوطالب کی حمایت بھی حاصل رہی۔ جناب ابوطالب ہر مشکل گھڑی میں آپ ﷺ کا ساتھ دیتے رہے یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین مکہ کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت ابوطالب کو بھی اذیتیں پہنچانا شروع کر دیں۔ آپ ﷺ کو جب شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں محصور کیا گیا اس وقت جناب ابوطالب بھی اپنے اہل و عیال کے ہمراہ اس گھاٹی میں محصور رہے۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۸۰)

حضور نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی آپ ﷺ کے چچا جناب ابوطالب ایمان قبول کریں اس لئے آپ ﷺ وقتاً فوقتاً انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے تھے تاکہ جناب ابوطالب جنت میں اعلیٰ مراتب کے حقدار ہوں۔ جب جناب ابوطالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ اپنے چچا کے پاس تشریف لائے اور ایک مرتبہ پھر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جناب ابوطالب نے جواباً کہا اے بھتیجے! میں جانتا ہوں تو میرا خیر خواہ ہے لیکن میں اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں قریش والے یہ نہ کہیں کہ موت کے خوف سے میں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر آپ ﷺ کے جانے کے کچھ دیر بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو آپ کے وصال کی خبر دی۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔ پھر آپ ﷺ نے جنازہ میں شمولیت اختیار کی اور آپ ﷺ اس موقع پر فرما رہے تھے اے میرے چچا! آپ نے میرے ساتھ صلہ رحمی کی اور میرے حق میں کبھی کوتاہی نہیں کی اللہ عزوجل اس کے بدلہ میں آپ کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور آپ کو نیک اجر عطا فرمائے۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۷۳، الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۲۱۸)

جناب ابوطالب کا وصال ۱۰ نبوی میں اسی برس کی عمر میں شعب ابی طالب نامی گھاٹی سے واپسی کے بعد ہوا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے بھائی کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا اے بھتیجے! اللہ کی قسم! میرے بھائی نے وہی کلمہ پڑھا جس کی دعوت آپ ﷺ نے انہیں دی تھی۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۲۱۷ تا ۲۲۰)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کا نکاح جناب ابوطالب سے ہوا جو آپ رضی اللہ عنہا کے چچازاد تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جب نبوت کا اعلان کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا بچپن سے ہی نیک اوصاف کی مالک تھیں اور اسی وجہ سے جناب عبدالمطلب نے آپ رضی اللہ عنہا کو اپنے بیٹے جناب ابوطالب کے لئے پسند کیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد، حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے بچوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جب تمام مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا تو آپ رضی اللہ عنہا بھی مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ حضور

نبی کریم ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہا سے والہانہ محبت تھی اور حضور نبی کریم ﷺ اکثر و بیشتر آپ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور آرام کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہوا تو انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد سے کہا حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی میرے گھر آئی ہیں میں پانی بھروں گا اور گھر سے باہر کے دیگر امور دیکھوں گا جبکہ وہ چکی پیسیں گی اور آٹا گوندھنے میں آپ رضی اللہ عنہا کی مدد کریں گی۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے وصال کی خبر ملی تو حضور نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا۔

> ”اے میری ماں! اللہ آپ (رضی اللہ عنہا) پر رحم کرے آپ (رضی اللہ عنہا) نے بھوکا رہ کر مجھے کھلایا اور اپنی لباس کی ضرورت کو ختم کر کے مجھے لباس مہیا کیا۔“

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا کرتہ اتارا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا کہ انہیں میرے کرتہ سے کفن دینا۔ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم نے جنت البقیع میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کی قبر کھودی اور حضور نبی کریم ﷺ نے قبر میں لیٹ کر دعا فرمائی۔

> ”اے اللہ! میری ماں کو معاف کرنا اور ان کی قبر کو حد نگاہ تک وسیع کرنا۔“

حضور نبی کریم ﷺ نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کو لحد میں اتارا۔

(اسد الغابہ جلد پنجم صفحہ ۵۱۷، وفا الوفاء جلد سوم صفحہ ۸۹۸ تا ۸۹۹، ریاض النضرۃ فی مناقب علی بن ابی طالب صفحہ ۷ تا ۸)

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے وصال پر حضور نبی کریم ﷺ زاروقطار روتے جاتے تھے اور آپ ﷺ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے کرتہ سے انہیں کفن دیا اور قبر میں لیٹ کر فرمایا۔

> ”انہوں نے میرے چچا ابوطالب کے ساتھ میرا ساتھ دیا اور میرے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اور اپنی ہر ضرورت کو میری خاطر پس پشت ڈال دیا۔“

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے میری ماں پر ستر ہزار ملائکہ کو درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (کنز العمال جلد ہفتم صفحہ ۱۰۱)

کنیت ابوتراب کی وجہ تسمیہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کے متعلق ایک یہ روایت منقول ہے کہ غزوۂ عشیرہ کے دوران جب لشکر اسلام کا گزر ایک صحرا سے ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آرام کرنے کے لئے ایک نخلستان میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھجور کے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے اور صحرائی مٹی آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کو لگ گئی۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور انہوں نے جب آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر مٹی دیکھی تو پکارا اے ابوتراب! اٹھو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی آواز سنی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابوتراب! کیا میں تمہیں سب سے زیادہ بدبخت کے بارے میں بتاؤں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ بتائیے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور وہ شخص جو تیری داڑھی اور چہرے کو خون آلود کرے گا۔ چنانچہ اس دن کے

بعد آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب مشہور ہوگئی۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۱۵)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئے اور مسجد نبوی ﷺ میں جا کر فرش پر لیٹ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر مٹی لگ گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنی بیٹی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو حضور نبی کریم ﷺ کو علم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ ناراضگی کی وجہ سے مسجد میں چلے گئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ اس وقت سو رہے تھے اور جسم مبارک پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پکارا اے ابوتراب! اٹھ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی آواز سنی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس دن سے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب مشہور ہوگئی۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۱۶، شواہد النبوۃ صفحہ ۲۷۸ تا ۲۷۹)

ولادت باسعادت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت ۱۳ رجب المرجب ۳۰ نبوی میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا لعابِ دہن آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالا اور آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''علی (رضی اللہ عنہ)'' تجویز کیا۔ جس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک صرف دس برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ۱۳ رجب المرجب ۳۰ نبوی میں پیدا ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۱ تا ۲۴۲، نور الابصار صفحہ ۷۶)

مشرم بن وعیب کی پیشین گوئی:

یمن میں ایک عبادت گزار شخص رہتا تھا جس کا نام مشرم بن وعیب تھا۔ یہ

شخص اپنی عبادت و ریاضت کی بدولت یمن میں مشہور تھا اور اس کی عمر ۱۹۰ برس تھی۔ یہ شخص اکثر دعا کرتا تھا کہ اے اللہ! اپنے حرم سے کسی نیک شخص کو بھیج تاکہ میں اس کی زیارت کروں۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور جناب ابوطالب تجارت کی غرض سے یمن پہنچے۔ جناب ابوطالب کی ملاقات اس سے ہوئی اور یہ آپ کے ساتھ انتہائی عزت و احترام سے پیش آیا اور پوچھا کہاں سے آئے ہیں؟ جناب ابوطالب نے کہا میں مکہ سے آیا ہوں۔ اس نے پوچھا آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ جناب ابوطالب نے کہا میں بنو ہاشم سے ہوں۔ اس نے جب جناب ابوطالب کی بات سنی تو آپ کے ہاتھ چوم لئے اور کہنے لگا اللہ عزوجل نے آج میری دعا قبول فرمالی اور مجھے اپنے حرم کے خادم سے ملا دیا۔ پھر اس نے آپ کا نام دریافت کیا تو آپ نے کہا میرا نام ابوطالب ہے اور میرے والد عبدالمطلب ہیں۔ اس نے جب عبدالمطلب کا نام سنا تو کہنے لگا میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ عبدالمطلب کے دو پوتے ہوں گے جن میں سے ایک نبی ہوگا اور دوسرا ولی ہوگا۔ جو نبی ہوگا اس کے باپ کا نام عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہوگا اور جو ولی ہوگا اس کے باپ کا نام ابوطالب ہوگا۔ جب وہ نبی تیس برس کا ہوگا تو اس وقت یہ ولی پیدا ہوگا۔ پھر اس نے جناب ابوطالب سے پوچھا کہ کیا وہ نبی پیدا ہو چکے یا نہیں؟ جناب ابوطالب نے کہا اس کا تو مجھے علم نہیں البتہ میرے بھائی عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کا ایک بیٹا ہے جس کا نام محمد (ﷺ) ہے اور اس وقت اس کی عمر ۲۹ برس ہے۔ اس نے کہا کہ جب آپ واپس لوٹیں تو انہیں میرا سلام کہیں اور کہیں میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ پھر جب وہ نبی اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمائیں گے آپ کے بیٹے کی ولایت ظاہر ہوگی۔ جناب ابوطالب نے کہا کہ میں تمہاری بات پر کیسے یقین کروں؟ اس نے کہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں جس سے میری بات کی سچائی پتہ چلے؟ جناب ابوطالب نے ایک خشک درخت کی جانب اشارہ کیا اور کہا مجھے اس

درخت سے تازہ انار چاہئیں۔ اس نے دعا کی اے اللہ! میں نے تیرے نبی اور ولی کی صفات بیان کیں ان کے صدقے میں مجھے تازہ انار عطا فرما دے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت ہرا بھرا ہو گیا اور جناب ابوطالب نے اس درخت سے انار کھایا۔

(تفسیر روح البیان جلد ہشتم صفحہ ۳۶۴، نور الابصار صفحہ ۷۶)

آغوشِ نبوت ﷺ میں پرورش:

حضرت مجاہد ؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ قریش کو سخت قحط کا سامنا کرنا پڑا اور جناب ابوطالب کثیر العیال تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر اپنے چچا حضرت سیدنا عباس ؓ جو کہ بنو ہاشم میں سب سے زیادہ خوشحال تھے ان سے فرمایا کہ آپ ؓ کے بھائی ابوطالب کثیر العیال ہیں اور قحط کی وجہ سے قریش کی جو صورتحال ہے وہ آپ ؓ پر واضح ہے ہم ان کا بوجھ کم کر سکتے ہیں آپ ؓ ان کے ایک بیٹے کو اپنی پرورش میں لے لیں اور ایک بیٹے کو میں اپنی پرورش میں لے لیتا ہوں۔ حضرت عباس ؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کے مشورہ کو مان لیا اور پھر دونوں حضرات مل کر جناب ابوطالب کے پاس گئے۔ جناب ابوطالب نے کہا عقیل کو تم میرے پاس رہنے دو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ ؓ کا ہاتھ تھام لیا اور حضرت عباس ؓ نے حضرت جعفر طیار ؓ کا ہاتھ تھام لیا اور پھر جب حضور نبی کریم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو حضرت علی المرتضیٰ ؓ، حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے اور حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے اور حضرت جعفر طیار ؓ نے جب اسلام قبول کیا تو انہوں نے حضرت عباس ؓ جو کہ اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے ان سے رشتہ منقطع کر لیا۔

(اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۵۹۶، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول صفحہ ۶۶ تا ۶۷)

* * *

باب دوم:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے اگلے دن اسلام قبول کیا۔ (اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۵۹۷)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے قبولِ اسلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ دوشنبہ کو مبعوث ہوئے اور میں نے سہ شنبہ کو اسلام قبول کیا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۱)

میں اپنے والد سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ابھی دس برس تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے زیرِ سایہ پرورش پا رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ اور ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو عبادت میں مصروف دیکھا تو حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ عزوجل نے مجھے نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور کفر و شرک کی مذمت کرنے اور توحید کی دعوت دینے کا حکم دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی بات سنی تو حیرانگی کا اظہار کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو قبولِ اسلام کی دعوت دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اس بارے میں

اپنے والد سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں اور مجھے فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! تمہیں پورا پورا حق حاصل ہے کہ تم غور کرو لیکن اس بات کا ذکر ابھی تم کسی اور سے نہ کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا کہ میں اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کروں گا۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ اس رات سونے کے لئے لیٹے تو اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ عنہ کے قلب کو روشن کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے والد سے مشورہ کئے بغیر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

(اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۵۹۷)

کس عمر میں اسلام قبول کیا؟:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بچپن میں کبھی بت پرستی نہیں کی۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۲)

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نو برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۲)

بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے:

روایات میں آتا ہے مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا جبکہ عورتوں میں سب سے پہلے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا جبکہ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ نے اسلام قبول کیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد سوم صفحہ ۲۶)

حضور نبی کریم ﷺ کی اعلانیہ دعوت:

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے تین برس تک خفیہ تبلیغ کی اور اس

دوران کئی لوگ مسلمان ہوئے۔ نبوت کے چوتھے برس اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ اب اعلانیہ تبلیغ کریں اور سب سے پہلے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اعلانیہ دعوت دیتے ہوئے قریش کو کوہِ صفا سے پکارا اے میری قوم! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا ایک لشکر موجود ہے اور تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرلو گے؟ سب نے کہا ہاں! ہم یقین کرلیں گے کیونکہ ہم نے تمہیں سچا اور امانت دار پایا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور دعوتِ حق دیتا ہوں اگر تم لوگ ایمان لائے تو فلاح پاؤ گے اور اگر ایمان نہ لائے تو عذابِ خداوندی کے حقدار ہو گے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بات سن کر قریش غصے میں آگئے اور آپ ﷺ کے چچا ابولہب لوگوں کو بھڑکا کر واپس لے گیا چنانچہ اس موقع پر سورۂ لہب نازل ہوئی اور ابولہب کے جہنمی ہونے کی بشارت دی گئی۔

(تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۴۳، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۷۰)

تم میرے وارث اور بھائی ہو

حضور نبی کریم ﷺ نے قریش کے یوں لوٹنے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی تم ایک دعوت کا انتظام کرو جس میں تم بنی عبدالمطلب کو دعوت دو چنانچہ ایک دعوت کا انتظام کیا گیا جس میں بنی عبدالمطلب کو دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں جناب عبدالمطلب کے تمام بیٹے حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ، جناب ابوطالب اور ابولہب وغیرہ نے شرکت کی۔ اس دعوت میں چالیس کے قریب افراد شریک ہوئے۔ پہلے دن ابولہب کی گفتگو کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کو بات کرنے کا موقع نہ ملا۔ دوسرے دن حضور نبی کریم

ﷺ نے پھر ان کی دعوت کی اور کھانے کے بعد فرمایا میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا اور میرا مددگار بنے گا؟ اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی آواز بلند نہ ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اگرچہ چھوٹا ہوں اور کمزور ہوں مگر میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا اور آپ ﷺ کا محافظ بنوں گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بٹھا دیا اور ایک مرتبہ پھر دیگر حاضرین سے مخاطب ہوئے۔ اس مرتبہ بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ پھر ہاتھ کے اشارے سے انہیں بٹھا دیا۔ جب تیسری مرتبہ کی دعوت پر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی کھڑا نہ ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم میرے وارث اور بھائی ہو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کم عمری اور جسمانی کمزوری کا ابولہب نے اس موقع پر مذاق اڑانا شروع کر دیا۔

(تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۴۳ تا ۴۴، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۷۰ تا ۷۱)

……

ہجرتِ مدینہ

عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والے مہاجرین میں سے چند لوگ واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور اس دوران مکہ مکرمہ میں بھی بے شمار لوگ مسلمان ہو چکے تھے جبکہ مدینہ منورہ کے بھی بے شمار لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ قریش نے مسلمانوں پر مظالم کی انتہاء کر دی اور وہ مدینہ منورہ سے آنے والوں کو بھی تنگ کرنے لگے۔ اس دوران مدینہ منورہ کے ستر نقیب جو مسلمانوں کے سردار تھے انہوں نے حج کے ایام میں حضور نبی کریم ﷺ کی بیعت کی جسے بیعت عقبہ کہا جاتا ہے اور انہوں نے عہد کیا کہ آپ ﷺ یا آپ ﷺ کے جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ آئیں گے ہم ان کی بھرپور حمایت کریں گے اور اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ پھر اللہ عزوجل کا حکم بھی آن پہنچا اور اس دوران قریش کے ظلم وستم میں بھی بے پناہ اضافہ ہو چکا تھا۔ ۱۳ نبوی کو حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا اور یہ گروہ کامیابی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہونے لگی۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۹۹)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے

تمہارا دارِ ہجرت دکھایا گیا ہے جو کھجوروں والا شہر ہے۔ (صحیح بخاری جلد دوم حدیث نمبر ۱۰۸۷، البدایہ والنہایہ جلد سوم صفحہ ۱۶۷، خصائص الکبریٰ جلد اوّل صفحہ ۲۹۰)

حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ عزوجل کی جانب سے ہجرت کا حکم ملنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا اللہ عزوجل نے وہاں تمہارے لئے بھائی اور امن والے گھر بنائے ہیں۔ آپ ﷺ کا حکم ملتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا شروع کر دی۔ آپ ﷺ نے ابھی تک ہجرت نہ کی تھی اور آپ ﷺ اللہ عزوجل کی جانب سے وحی کے انتظار میں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ میں باقی رہ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم ابھی ٹھہر جاؤ۔

(صحیح بخاری جلد دوم حدیث نمبر ۱۰۸۷، خصائص الکبریٰ جلد اوّل صفحہ ۲۹۰)

قریش نے جب دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے لئے ایک محفوظ آماجگاہ مدینہ منورہ کی صورت میں ڈھونڈ لی ہے تو وہ دارالندوہ میں جمع ہوئے جس میں طے کیا گیا کہ تمام قبائل کا ایک ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کے گھر کے باہر اکٹھا ہو اور یکبارگی سے ان پر حملہ کر کے انہیں (نعوذ باللہ) قتل کر دیں۔ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اللہ عزوجل نے قریش کے ناپاک ارادوں کی خبر ہو گئی۔ آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ صبح ہوتے ہی لوگوں کی امانتیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھیں وہ لوٹا کر مدینہ منورہ کی جانب پہنچیں۔ آپ ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بستر پر لٹانے کے بعد خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی جانب روانگی کا حکم دیا۔ (تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۱۰۲)

حضور نبی کریم ﷺ نے شب ہجرت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا اور میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کرنے والا ہوں۔ میرے پاس لوگوں کی جو امانتیں ہیں وہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں تم ان امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچا دینا۔ مشرکین مکہ نے میرے قتل کی منصوبہ بندی کی ہے اور وہ آج رات مجھے قتل کرنے کا ناپاک ارادہ رکھتے ہیں۔ تم میری یہ چادر اوڑھ لو اور میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے موجب بستر پر لیٹ گئے اور چادر اوڑھ لی۔ مشرکین مکہ نے رات بھر حضور نبی کریم ﷺ کے گھر کا محاصرہ جاری رکھا لیکن علی الصبح انہیں پتہ چلا کہ وہ جس مقصد کے لئے یہاں آئے تھے وہ تو ناکام ہو چکا اور حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے باہر نکل چکے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بیعت عقبہ کے دو ماہ بعد ہجرت کی۔ (اسد الغابہ جلد پنجم صفحہ ۳۰۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور خود سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور مٹھی بھر مٹی لے کر ان کفار کے منہ پر ماری جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں اور وہ آپ ﷺ کو نہیں دیکھ سکے اور آپ ﷺ باآسانی نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ مشرکین مکہ، آپ ﷺ کے منتظر رہے یہاں تک کہ ایک شخص نے ان کو اطلاع دی کہ تم جن کا انتظار کر رہے ہو وہ مکہ مکرمہ سے جا چکے ہیں۔ مشرکین کی اس جماعت میں سے ایک شخص نے گھر کے اندر جا کر دیکھا تو آپ ﷺ کے بستر پر کسی اور کو سوتے پایا۔ جب انہوں نے اندر داخل ہو کر سوئے ہوئے کے اوپر سے چادر اتاری تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا حضور نبی کریم ﷺ کہاں ہیں مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ میں یہاں لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے لئے موجود ہوں

نہ کہ تمہاری طرح حضور نبی کریم ﷺ کی نگرانی کرنے پر اور تم حضور نبی کریم ﷺ کی نگرانی کر رہے تھے اس لئے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کہاں ہیں؟ مشرکین مکہ نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جواب سنا تو وہ شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے۔

(خصائص الکبریٰ جلد اوّل صفحہ ۲۹۰، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۱۰۴، اسد الغابہ جلد پنجم صفحہ ۳۰۵، البدایہ والنہایہ جلد سوم صفحہ ۱۷۹)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق صبح ہوتے ہی لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور خود مدینہ منورہ کی جانب سفر ہجرت شروع کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۲)

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی جانب عازمِ سفر ہوئے اور مسلسل سفر کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کے قافلہ سے آن ملے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب آپ رضی اللہ عنہ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں مسلسل سفر کی وجہ سے شدید زخمی ہیں اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ چلنے کی سکت نہیں رکھتے چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ خود آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے اس وقت خون جاری تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے گلے سے لگایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے زخموں پر اپنا لعابِ دہن لگانا شروع کر دیا۔ (اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۰۰)

قبا کے مقام پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی حضور نبی کریم ﷺ سے آن ملے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے قبا میں کلثوم رضی اللہ عنہا بن الہدم کے گھر میں قیام کیا اور آپ رضی اللہ عنہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کلثوم رضی اللہ عنہا بن الہدم سے زمین خریدی اور اس پر ایک مسجد کی بنیاد رکھی جسے مسجد قبا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مسجد کی تعمیر میں حضور نبی کریم

ﷺ کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔ قبا میں پہلی مرتبہ نمازِ جمعہ باجماعت ادا کی گئی جس میں سو کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شمولیت فرمائی۔ قبا میں حضور نبی کریم ﷺ کا قیام قریباً پندرہ روز تک رہا۔ (تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۱۰۹، طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۵۲)

تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا مگر میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں کیا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

”اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔“

(سنن الترمذی جلد پنجم کتاب المناقب باب فی مناقب علی حدیث ۳۷۴۱)

حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں جب حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اخوت کا رشتہ قائم کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا تم میرے بھائی ہو، تم میرے وارث ہو، میں تمہارا وارث ہوں۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۵۲)

* * *

دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ۲ ھ میں آپ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی لاڈلی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لئے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم ﷺ کو پیغام بھیجا مگر حضور نبی کریم ﷺ نے ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ جواب دیا میں حکم خداوندی کا منتظر ہوں۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم محو گفتگو تھے اور گفتگو کا موضوع تھا کہ ہم سمیت بے شمار شرفاء نے حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سے نکاح کی خواہش ظاہر کی ہے مگر ہم میں سے کسی کو اس بارے میں مثبت جواب نہیں ملا ایک علی (رضی اللہ عنہ) رہ گئے ہیں اور وہ اپنی تنگدستی کی وجہ سے خاموش ہیں ہمیں ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تاکہ وہ حضور نبی کریم ﷺ سے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کریں چنانچہ یہ حضرات اسی وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو انہیں پتہ چلا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت ایک دوست کے باغ کو پانی دینے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب یہ حضرات اس جگہ پہنچیں تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر قائل کیا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگیں انہیں یقین ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ان کی جانثاری اور شرافت کی بنا

پر انہیں اپنی صاحبزادی کا رشتہ دے دیں گے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۰۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے نکاح کا پیغام سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوگئی جو نزولِ وحی کے وقت ہوتی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے مجھے بذریعہ وحی مطلع کیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کردوں۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تمام مہاجرین وانصار میں منادی کروا دو کہ وہ مسجد نبوی میں تشریف لائیں چنانچہ مہاجرین وانصار کی ایک کثیر تعداد مسجد نبوی میں تشریف لائی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۰۹)

روایات میں آتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس مہر دینے کے لئے کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس وقت میرے پاس صرف ایک گھوڑا اور ایک زرہ موجود ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاؤ اور اپنی زرہ فروخت کر دو اور اس سے جو رقم ملے وہ لے کر میرے پاس آ جانا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زرہ لی اور مدینہ منورہ کے بازار میں چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی زرہ لے کر بازار میں کھڑے تھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا گزر وہاں سے ہوا۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے یہاں کھڑے ہونے کی وجہ دریافت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہاں اپنی زرہ فروخت کرنے کے لئے کھڑے ہیں چنانچہ حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ چار سو درہم میں خرید لی اور پھر وہ زرہ آپ رضی اللہ عنہ کو تحفتہً دے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر تمام ماجرا حضور نبی کریم ﷺ کے گوش گزار کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ ایثار دیکھ کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور زرہ کی رقم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس سے حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے ضروری اشیاء خرید لائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تمام اشیاء خرید کر لے آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے خود آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح پڑھایا۔ (زرقانی جلد دوم صفحہ ۳ تا ۴)

حضور نبی کریم ﷺ نے نکاح کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا وہ کوئی گھر کرائے پر لے لیں تا کہ رخصتی عمل میں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن نعمان کا گھر کرایہ پر لے لیا اور یوں حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کے گھر آ گئیں۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رخصتی غزوہ بدر کے بعد یعنی نکاح کے قریباً سات یا آٹھ ماہ بعد ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ تمام مہاجرین و انصار کو اپنے ولیمہ میں شرکت کی دعوت دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی دعوتِ ولیمہ میں چھوہارے اور گوشت سے کھانا تیار کروایا گیا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۱۱، الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ہشتم صفحہ ۱۵۸)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سے مروی ہے فرماتی ہیں جب حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائیں تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں بستر کی جگہ ریت بچھائی گئی تھی اور کھجور کی چھال سے بھرا ہوا ایک تکیہ موجود تھا۔ گھر میں ایک گھڑا پانی کا تھا اور ایک برتن جس سے پانی پیا جا سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھجوایا کہ جب تک میں تمہارے پاس نہ آ جاؤں تم اپنے اہل کے قریب نہ جانا۔ پھر حضور

نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا کہ میرا بھائی کہاں ہے؟ میں نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ ادھر ہیں۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور پھر اس پر کچھ پڑھنے کے بعد وہ پانی پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو دیا کہ اسے پی لیں اور سینہ پر مل لیں پھر حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دیا کہ وہ بھی پی لیں اور سینہ پر مل لیں۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لو تم اپنے اہل کو سنبھالو پھر دونوں کو دعا دیتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ وہاں سے رخصت ہو گئے۔

(ریاض النضرۃ فی مناقب علی بن ابی طالب صفحہ ۸۰تا۸۱، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۱۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیا تو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا بابا جان! آپ ﷺ نے میرا نکاح اس شخص کے ساتھ کیا ہے جس کے پاس نہ اپنا گھر ہے نہ کوئی مال؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے بیٹی! میں نے تیرا نکاح اس شخص کے ساتھ کیا ہے جو علم وفضل میں دیگر مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۱۰)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جب حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اکیس برس پانچ ماہ تھی جبکہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پندرہ برس پانچ ماہ تھی۔ (مواہب لدنیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۹)

✠……✠……✠

غزوات میں شمولیت

مدینہ منورہ آمد کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کو تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھنے میں آسانی ہوگئی تھی جس کی بدولت بے شمار لوگ مسلمان ہوئے۔ مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ کو دین اسلام کی یہ ترقی ایک آنکھ نہ بھائی اور وہ ہر وقت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہنے لگے۔ اس دوران کفار کے ساتھ کئی جنگیں ہوئیں جن میں حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔ ذیل میں ان غزوات کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

غزوۂ بدر:

حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے مقام پر ہوا جسے غزوۂ بدر کہا جاتا ہے۔ بدر کا میدان مدینہ منورہ سے قریباً اسی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس غزوہ میں تین سو تیرہ مجاہدین جن میں ساٹھ مہاجرین اور باقی انصار شامل تھے حضور نبی کریم ﷺ کی قیادت میں میدانِ جنگ میں اترے۔ مشرکین کا لشکر ایک ہزار کی تعداد میں سامانِ حرب سے لیس ابوجہل کی قیادت میں میدان میں اترا۔ اسلامی لشکر کے پاس سامانِ حرب کی کمی تھی اور مجاہدین میں سب سے بڑا امتحان مہاجرین کا تھا جن کا مقابلہ اپنے بھائیوں سے تھا۔

غزوۂ بدر کا آغاز ہوا اس وقت کے جنگی قواعد کے مطابق ہوا اور پہلے ایک ایک فرد آمنے سامنے ہوا۔ مشرکین کی جانب سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور

بیٹے ولید کے ساتھ میدان میں اترا۔ ان کے مقابلے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ نے تین انصاری جوانوں کو میدان میں اتارا۔ عتبہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو پکار کر کہا ہمارے بھائیوں کو میدان میں بھیجیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انصاری جوانوں کو واپس بلایا اور حضرت سیّدنا حمزہ، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم کو میدان میں بھیجا۔ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ ضعیف تھے اور ان کی عمر مبارک اس وقت اسی برس تھی ان کا مقابلہ عتبہ سے ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ولید سے ہوا اور حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں ولید کی گردن اڑا دی۔ حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایک ہی وار میں شیبہ کی گردن اڑا دی۔ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور عتبہ کے درمیان مقابلہ ہوا اور جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے درمیان فیصلہ نہیں ہو رہا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عتبہ کی گردن اڑا دی۔ اس کے بعد باقاعدہ جنگ کا آغاز ہوا اور اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

(سیرت ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۳۸۱)

مسند احمد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن مجھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم میں سے ایک کی مدد جبرائیل علیہ السلام کرتے ہیں جبکہ دوسرے کی مدد میکائیل علیہ السلام کرتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۴)

غزوۂ احد:

غزوۂ بدر میں جو مشرکین جہنم واصل ہوئے ان میں بیشتر کا تعلق قریش سے تھا اور وہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے ہجرت کی رات حضور نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ غزوۂ بدر

میں شکست کے بعد قریش کی راتوں کی نیندیں حرام ہو چکی تھیں انہوں نے کئی قبائل کو متحد کیا اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور جنگ کے لئے چندہ اکٹھا کرنا شروع کیا اور اس دوران قریش کا ایک قافلہ جو کہ سامانِ تجارت فروخت کرنے کے بعد ایک کثیر منافع لے کر لوٹا تھا اس نے بھی اڑھائی لاکھ درہم فراہم کر دیئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر مکہ مکرمہ میں ہی مقیم تھے انہوں نے قریش کی جنگی تیاریوں کی اطلاع ایک قاصد کے ذریعے حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچا دی۔ ربیع الاول ۳ھ میں مشرکین مکہ اور مجاہدین اسلام کے درمیان دوسرا معرکہ احد کے مقام پر پیش آیا۔ احد مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔ مشرکین کا لشکر جنگی ساز و سامان سے لیس تھا اور تین ہزار کے نفوس پر مشتمل تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی تیاری کرنے کا حکم دیا اور ایک ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر احد کے مقام پر پہنچے۔ ایک ہزار مجاہدین کے لشکر میں سے تین سو لوگ عبداللہ بن ابی سلول منافق کے ساتھی تھے جنہیں وہ راستہ میں سے ہی واپس لے گیا اور یوں حضور نبی کریم ﷺ کے جانثاروں کی تعداد سات سو رہ گئی جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

معرکہ حق و باطل شروع ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ایک دستہ کے ہمراہ احد پہاڑ کی پشت پر تعینات کروایا تا کہ اگر دشمن پشت سے حملہ آور ہو تو وہ انہیں روک سکیں۔ مجاہدین نے مشرکین کی کمر توڑ دی اور وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مجاہدین ان کے خیموں تک پہنچ گئے اور مشرکین نے اپنا ساز و سامان وہیں چھوڑ کر بھاگنے میں عافیت محسوس کی۔ لشکر اسلام میں کچھ مجاہدین ایسے بھی تھے جنہوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے جب مشرکین کو بھاگتے دیکھا تو مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن

جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جو لشکر احد پہاڑ کی پشت پر تعینات تھا اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مالِ غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت خالد (رضی اللہ عنہ) بن ولید جو کہ اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے ان کی سربراہی میں مشرکین کے ایک لشکر نے مسلمانوں پر پشت سے حملہ کر دیا جس میں ستر سے زیادہ مسلمان شہید ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے جانثاروں نے آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور آپ ﷺ کا دفاع اپنی آخری سانس تک کرتے رہے۔ آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور یہ افواہ پھیل گئی کہ حضور نبی کریم ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جوش میں کمی پیدا ہونا شروع ہو گئی اور پھر اس موقع پر حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا تھے انہوں نے مشرکین پر تابڑ توڑ حملے کرنا شروع کر دیئے اور بالآخر جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول صفحہ ۱۷۳ تا ۱۸۰)

سدی کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ غزوۂ احد کے موقع پر مشرکین سے مقابلہ کے لئے نکلے اور حضور نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیراندازوں کے ساتھ پہاڑ کی جڑ پر متعین کیا اور پھر جب باقاعدہ جنگ شروع ہوئی تو مشرکوں کے علمبردار طلحہ بن عثمان نے میدان میں نکل کر لشکر اسلام کو للکارا اور تمہارا دعویٰ ہے کہ تم ہمیں جہنم واصل کرو گے اور اگر ہم نے تمہیں شہید کیا تو تم جنت میں جاؤ گے پس تو کون مرد ہے جو مجھے جہنم واصل کرے یا پھر خود جنت میں چلا جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر فرمایا قسم ہے پروردگار کی میں تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تجھے جہنم میں نہ پہنچا دوں یا پھر تیری تلوار کے وار سے خود جنت میں نہ پہنچ جاؤں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور ایک ہی وار سے اس کا پاؤں کاٹ دیا جس سے اس کی شرمگاہ کھل گئی۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی اور اللہ عزوجل کی قرابت کا واسطہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم نے اسے چھوڑ دیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اس کی شرمگاہ کھل گئی تو اس نے مجھے اللہ عزوجل اور اپنی قرابت کا واسطہ دیا چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان پر لشکر اسلام نے مشرکین پر حملہ کر دیا اور ابتداء میں انہیں سخت نقصان پہنچایا اور انہوں نے میدانِ جنگ سے فرار ہونے میں عافیت جانی۔ (تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول صفحہ ۱۷۹)

روایات میں آتا ہے کہ جب لشکر اسلام میں افراتفری پھیل گئی تو حضور نبی کریم ﷺ کے چودہ جانثار اس وقت آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور ان چودہ میں سے سات مہاجر تھے اور سات انصاری تھے۔ مہاجرین میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۶۲)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ احد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سولہ زخم آئے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۲)

غزوۂ حمرۃ الاسد:

شوال ۳ ھ میں ہی حضور نبی کریم ﷺ مجاہدین کے ایک لشکر کے ہمراہ حمرۃ الاسد پہنچے۔ اس لشکر کا علم حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔ حمرۃ الاسد پہنچنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے دو افراد کو گرفتار کیا جن میں ابوغزہ نامی ایک شاعر بھی تھا جسے غزوۂ بدر میں قید کیا گیا اور اس شرط پر رہا کیا گیا تھا کہ وہ کبھی دوبارہ مسلمانوں کے مقابلے پر نہیں آئے گا۔ ابوغزہ نے چونکہ وعدہ خلافی کی تھی اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا جبکہ دوسرا شخص معاویہ بن مغیرہ تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن مغیرہ کی سفارش کی جس پر

حضور نبی کریم ﷺ نے اس شرط پر کہ وہ تین دن کے اندر اندر مدینہ منورہ چھوڑ دے اس کو امان دے دی۔ معاویہ بن مغیرہ نے اپنا قیام مدینہ منورہ میں تین دن سے زیادہ کرلیا جس پر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمارہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بھیج کر اسے قتل کروا دیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد چہارم صفحہ ۴۵)

غزوۂ بنونضیر:

ربیع الاول ۴ ھ کو حضور نبی کریم ﷺ لشکر اسلام کے ہمراہ بنونضیر روانہ ہوئے تاکہ عبداللہ بن ابی سلول منافق جو کہ بنونضیر کا حلیف تھا اور اسلام کا دشمن تھا اور بنونضیر کے یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازش کررہا تھا اس کی سرکوبی کی جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر اسلام کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے عصر کی نماز بنونضیر کے میدان میں ادا فرمائی۔ یہودیوں نے جب دیکھا کہ اسلامی لشکر ان پر حملہ آور ہو رہا ہے تو وہ قلعہ بند ہو گئے اور قلعہ کے اندر سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ لشکر اسلام نے بنونضیر کا محاصرہ کر لیا جو قریباً پندرہ روز تک جاری رہا۔ اس دوران بنونضیر کا ایک ماہر تیرانداز غروا اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ قلعہ سے باہر آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اس کا مقابلہ کیا اور غروا کا سر قلم کر کے حضور نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔

عبداللہ بن ابی سلول منافق نے بنونضیر سے وعدہ کیا کہ وہ بنوقریظہ کے ساتھ معاہدہ کر چکا ہے اور وہ عنقریب ان کی مدد کے لئے آنے والے ہیں لیکن بنوقریظہ ان کی مدد کے لئے نہیں آئے۔ عبداللہ بن ابی سلول چونکہ منافق تھا اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ بنونضیر کے جب وسائل ختم ہونے لگے تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور حضور نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں ان

کے مال و اسباب سمیت یہاں سے جانے کی اجازت دی جائے چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ چھ سو اونٹوں پر اپنا مال و اسباب لاد کر مدینہ منورہ سے باہر نکل گئے۔ بنونضیر کا سردار حی بن اخطب تھا اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے معاہدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد نہ کریں گے۔ بنونضیر کے قلعے خالی ہو گئے اور ان کی عداوت بے نقاب ہو چکی تھی۔ سرکش یہودیوں کی رسوائی ہوئی اور ان کا غرور مٹ گیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۵)

غزوۂ بدر الموعود:

احد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے اعلان کیا تھا کہ وہ آئندہ سال اپنی فوج کو لے کر دوبارہ بدر کے مقام پر اکٹھا ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی اجازت سے یہ اعلان کیا تھا ہمیں ابوسفیان کی بات منظور ہے۔ ابوسفیان کی بات جھوٹی ہوئی اور وہ جنگ کی تیاری نہ کر سکا۔ ابوسفیان نے اپنی شرمندگی دور کرنے کے لئے نعیم بن مسعود اشجعی کو مدینہ منورہ بھیجا جس نے یہ بات مشہور کی کہ مشرکین مکہ نے ایک عظیم الشان لشکر تیار کر رکھا ہے اور جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ نعیم بن مسعود اشجعی مدینہ منورہ آتے وقت اپنا سر منڈوا کر آیا تھا تا کہ مسلمانوں کو پتہ چلے وہ عمرہ کر کے آ رہا ہے۔ اس نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ مدینہ منورہ سے باہر نہ نکلیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اللہ عزوجل کے سچے رسول ہیں پھر مسلمان اس قسم کی خبروں سے کیوں گھبرا رہے ہیں؟ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اس غزوہ پر جانے کے لئے آمادہ کیا چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس غزوہ پر جانے کا اعلان کر دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں سے کفار کا خوف جاتا رہا اور وہ بھی جوق در جوق غزوہ

میں شمولیت کے حاضر ہونے لگے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر اسلام کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ آٹھ دن کے انتظار کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان تو لشکر لے کر مکہ مکرمہ سے باہر ہی نہیں آیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد چہارم صفحہ ۶۹ تا ۷۰، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۵۴)

غزوہ ذات الرقاع:

مدینہ منورہ سے یہودیوں کی جلاوطنی کے بعد مشرکین مکہ اور یہود کے روابط مزید مضبوط ہو گئے اور انہوں نے مشترکہ طور پر حضور نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کے خلاف سازشوں کا آغاز کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب کسی سازش کی خبر ملتی فوراً لشکر اسلام کے ہمراہ اس سازش کو ختم کرنے کے لئے روانہ ہو جاتے چنانچہ محرم الحرام ۵ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ ذات الرقاع کی مہم پر چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ کے شمال میں بنو غطفان کی سرحد پر تشریف لے گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس مہم میں لشکر اسلام کے ہمراہ تھے۔ لشکر اسلام جب بنو غطفان پہنچا تو تمام یہودی قبائل لشکر اسلام کی ہیبت کی وجہ سے فرار ہو گئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد چہارم صفحہ ۶۳، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۴۷، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۲۰۶)

غزوہ خندق:

مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں رہنے والے یہودیوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل نہایت عزت و وقار حاصل تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ آئے اور مدینہ منورہ میں دین اسلام کا فروغ ہوا تو ان یہودیوں کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ نے معاہدے کر لئے اور ان معاہدات میں یہ شق شامل تھی کہ یہودی

کسی بھی صورت مشرکین مکہ کا ساتھ نہ دیں گے اور اگر انہیں کوئی خطرہ لاحق ہو گا تو مسلمان، یہودیوں کی مدد کریں گے۔ یہودی ان معاہدوں کے باوجود دل میں بغض رکھتے تھے اور موقع کی تلاش میں تھے۔ یہودیوں نے مشرکین مکہ بالخصوص قریش کے ساتھ اپنے روابط بڑھانے شروع کئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب یہودیوں کی ان سازشوں کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے ان یہودیوں کو مدینہ سے باہر نکال دیا۔

ذیقعدہ ۵ ھ کو دشمنانِ اسلام کا یہ گٹھ جوڑ چوبیس ہزار کے لشکر کی صورت میں مدینہ منورہ کی جانب جنگی ساز و سامان سے لیس ہو کر حملے کے لئے آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب اس لشکر کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک لشکر تشکیل دیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے شہر کے گرد ایک خندق کی کھدوائی شروع کی جس کی لمبائی قریباً ساڑھے تین میل اور چوڑائی قریباً پانچ گز تھی۔ اس خندق کی گہرائی پانچ گز تھی اور اس خندق سے نکلنے والی مٹی اور پتھروں کو خندق کے کنارے اس طرح لگا دیا کہ اس نے ایک مورچے کی شکل اختیار کر لی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے خندق کی کھدائی کے لئے دس دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ٹولیاں بنائیں اور خود بھی خندق کی کھدائی میں حصہ لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی خندق کی کھدائی میں شامل تھے۔

کفار کے لشکر جب مدینہ منورہ پر حملہ کرنے پہنچے تو وہ مدینہ منورہ کے گرد ایک گہری اور چوڑی خندق دیکھ کر پریشان ہو گئے اور شہر سے باہر اپنے خیمے لگا لئے۔ خندق کو دیکھتے ہی ان کے تمام منصوبے خاک میں مل چکے تھے۔ لشکر اسلامی دن رات خندق کی نگرانی میں مصروف تھا۔ شہر کی مغربی سمت میں حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم تعینات تھے کیونکہ اس سمت خندق کی چوڑائی پتھریلی جگہ ہونے کی وجہ سے قدرے کم تھی۔ مشرکین نے تیراندازی شروع کر دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

بھی جواباً تیر چلائے۔ کم و بیش بیس روز کے محاصرہ کے بعد اللہ عزوجل نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور ایک تیز آندھی آئی جس نے مشرکین کے خیمے اکھاڑ دیئے اور مشرکین جو کہ خود کئی روز کے اس محاصرے سے تنگ آ چکے تھے اور ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء ختم ہو چکی تھیں میدانِ جنگ سے بھاگ گئے۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۵، سیرتِ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۵، البدایہ والنہایہ جلد چہارم صفحہ ۷۵ تا ۷۹)

روایات میں آتا ہے کہ عرب کا مشہور شہسوار عمرو بن عبدود خندق پار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ عمرو بن عبدود کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اکیلا سو کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو للکارا اور فرمایا اے عبدود کے بیٹے! مجھے معلوم ہے کہ تو نے اعلان کر رکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تجھ سے دو باتوں کا مطالبہ کرے تو ایک بات تو مان لے گا؟ عمرو بن عبدود نے کہا ہاں! میں نے اعلان کر رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اسلام کی دعوت دی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے۔ عمرو بن عبدود نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات سننے کے بعد کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر میری دوسری بات یہ ہے کہ مجھ سے مقابلہ کر۔ عمرو بن عبدود بولا میرے تمہارے والد کے ساتھ اچھے تعلقات تھے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ تو میری تلوار کا نشانہ بنے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تو میری تلوار سے جہنم واصل ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر عمرو بن عبدود غصے میں آ گیا اور تلوار لہراتا ہوا آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دوسرے ہی لمحے عمرو بن عبدود کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ کفار نے اپنے سردار عمرو بن عبدود کا سر قلم ہوتے دیکھا تو ان کے حوصلے پست پڑ گئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد چہارم صفحہ ۸۴)

غزوۂ بنی قریظہ:

غزوۂ خندق سے واپسی پر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ عزوجل کی جانب سے وحی لے کر آئے ابھی ہتھیار نہ کھولے جائیں کیونکہ بنی قریظہ کا معاملہ ابھی باقی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمانِ خداوندی کے بعد اعلان کیا کہ کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ وہ بنو قریظہ پہنچ جائے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ لشکر اسلام جس کی تعداد ایک ہزار تھی اسے لے کر بنو قریظہ پہنچے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک لشکر کا سربراہ مقرر کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کا علم بنی قریظہ کے قلعے کے آگے جا کر گاڑ دیا۔ بنی قریظہ جو کہ اچانک لشکر اسلام کے آنے کا سن کر قلعہ بند ہو گئے تھے انہوں نے قلعے کی چھتوں پر چڑھ کر گالی گلوچ شروع کر دی۔ حضور نبی کریم ﷺ اس دوران بنی قریظہ پہنچ گئے اور آپ ﷺ نے قلعے کے محاصرے کا حکم دے دیا۔ پچیس روز کے محاصرے کے بعد بنی قریظہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے درخواست کی انہیں زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جائے وہ جو فیصلہ کریں گے انہیں منظور ہو گا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو کہ غزوۂ خندق میں تیر لگنے سے زخمی ہو گئے تھے انہیں بنی قریظہ بلایا گیا اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے، ان کا مال و اسباب کو ضبط کر لیا جائے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا بنی قریظہ نے غزوۂ خندق میں کفار اور دیگر یہودی قبائل کو پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے اور پندرہ سو ڈھالیں فراہم کی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر ایک خندق کھودی گئی جہاں مردوں کو لایا جاتا اور حضرت علی المرتضیٰ اور

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم ان کی گردنیں اڑاتے جاتے تھے۔ ان مردوں میں حی بن اخطب بھی تھا جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جہنم واصل کیا۔

(سیرتِ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۶۸ تا ۱۷۴)

سریہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب:

۶ھ میں فدک کے نواح میں واقعہ بنی سعد نے خیبر کے یہودیوں سے مل کر یہ سازش تیار کی کہ وہ مدینہ منورہ پر مشترکہ چڑھائی کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سو مجاہدین کا ایک لشکر بنی سعد کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی کہ رات کے وقت سفر کرنا اور دن کو قیام کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے نکلے اور فدک و خیبر کے درمیان غمج نامی ایک چشمہ پر پہنچ گئے جہاں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو گرفتار کیا اور اس سے بنی سعد کی جنگی حکمت عملی کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے پہلے تو انکار کیا مگر جب سختی سے پوچھا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ میں بنی سعد کا جاسوس ہوں اور خیبر کے یہودیوں کے پاس فوجی تعاون کی شرائط طے کرنے گیا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے جان بخشی کا وعدہ کرتے ہوئے اس سے بنی سعد کی فوجی قوت کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بنی سعد کی بے خبری میں ان پر ایک زوردار حملہ کر دیا جس سے بنی سعد منتشر ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں اپنے لشکر کے ہمراہ ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے۔ بنی سعد کو منتشر کرنے سے خیبر کے یہودی جو کہ یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ اگر وہ مدینہ منورہ پر حملہ کریں تو بنی سعد ان کی مدد کریں گے تو ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔

(طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۳۱۷)

صلح حدیبیہ

یکم ذیقعد ۶ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ قریباً چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ہمراہ حج بیت اللہ کی زیارت اور عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ کے مقام پر قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ مکرمہ میں حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا جس نے واپس آ کر اطلاع دی کہ قریش مزاحمت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا۔

> ''یارسول اللہ ﷺ! ہم کعبہ کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں اور ہمارا لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ تشریف لے چلیں اگر کسی نے مزاحمت کی تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا اور ذوالحلیفہ سے روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ سے باہر حدیبیہ کے مقام پر قیام پذیر ہوئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو علم ہوا کہ مشرکین کے عزائم خطرناک ہیں اور وہ لڑنا چاہتے ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ وہ معززین مکہ کو بتائیں کہ ہم صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ابان بن سعید بن العاص سے ہوئی جن کے ہمراہ آپ رضی اللہ عنہ ان کے گھر روانہ ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ابان بن سعید کے ہمراہ حضور نبی کریم ﷺ کا پیغام ابوسفیان اور دیگر معززین مکہ کو پہنچایا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس پیغام کے جواب میں قریش نے کہا کہ ہم

تمہیں بیت اللہ شریف کے طواف کی اجازت دیتے ہیں لیکن حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بغیر طوافِ کعبہ ہرگز نہ کروں گا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس انکار کے بعد مشرکین نے انہیں اپنے پاس روک لیا اور یہ افواہ مشہور کر دی گئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی کہ جب تک ہم عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کا بدلہ نہیں لے لیتے ہم میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار نہ کریں گے خواہ ہماری گردنیں ہی کیوں نہ اڑا دی جائیں۔ اس بیعت میں جسے اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان کا نام دیا حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کے لئے پیش کیا۔

مشرکین مکہ کو جب بیعت رضوان کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ سے صلح کے لئے ایک وفد بھیجا جس کی سربراہی سہیل بن عمرو کر رہا تھا۔ سہیل بن عمرو نے حضور نبی کریم ﷺ سے بات چیت شروع کی اور جب مذاکرات کامیاب ہو گئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ معاہدہ تحریر کریں۔ سہیل بن عمرو نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس معاہدہ کو یا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تحریر فرمائیں گے یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ معاہدہ تحریر فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔"

سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے اس لئے تم لکھو بسمک۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی جانب دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم باسم اللھم لکھ لو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق لکھ دیا۔

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ھذا ما قاضی علیه محمد رسول الله ﷺ لکھو۔ سہیل بن عمرو نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ ہم آپ ﷺ کو رسول نہیں مانتے اس لئے یہاں محمد بن عبداللہ (ﷺ) لکھا جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی جانب دیکھتے ہوئے عرض کیا میں یہ نہیں کرسکتا۔ آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر خود رسول اللہ کے لفظ مٹا دیئے اور ان کی جگہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) لکھ دیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں محمد رسول اللہ (ﷺ) ہوں اور محمد بن عبداللہ (ﷺ) بھی ہوں۔

(صحیح بخاری جلد دوم حدیث ۱۳۰۶، البدایہ والنہایہ جلد چہارم صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۹، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۲۴۶ تا ۲۵۶، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲۰۸ تا ۲۲۰، مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۵۴ تا ۲۶۶، طبقات ابن سعد جلد اوّل صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں صلح حدیبیہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اللہ کے سچے نبی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ)! میں اللہ کا سچا نبی ہوں۔ میں نے عرض کیا کیا ہم حق پر اور کفار پر باطل پر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! بلاشبہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ ﷺ نے دین کے معاملے میں ہم پر یہ ذلت کیوں گوارا کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ

کی نافرمانی نہیں کرسکتا وہ میری مدد ضرور فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نہیں فرماتے کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں یہ کہا تھا کہ ہم اس سال طواف کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ العزیز تم ضرور بیت اللہ شریف کا طواف کرو گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گیا اور ان سے وہی سوال پوچھے جو میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ)! یاد رکھو! حضور نبی کریم ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے تم بھی ان کا دامن پکڑے رکھو اللہ کی قسم! حضور نبی کریم ﷺ حق پر ہیں۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۶۶ تا ۲۶۷)

صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کی جانب سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے بطورِ گواہ دستخط کئے۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۲۵۶)

حضور نبی کریم ﷺ کے دست حق پر اس بیعت کو بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل نے بیعت رضوان کے بارے میں قرآن مجید میں سورۂ فتح میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ
فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔

> "وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔"

اللہ عزوجل نے بیعت رضوان کو مسلمانوں کے لئے بڑی فتح قرار دیا اور اس موقع پر سورۂ فتح نازل فرمائی۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ (الفتح:۱)

"بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی۔"

مولانا نعیم الدین مراد آبادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ حدیبیہ سے واپس لوٹے تو اللہ عزوجل نے سورۂ فتح نازل فرمائی جس میں مسلمانوں کو بڑی فتح کی خوشخبری دی گئی اور اس سورت کے نزول پر حضور نبی کریم ﷺ بے حد خوش ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کو مبارکباد پیش کی۔

غزوۂ خیبر:

محرم الحرام ۷ھ میں خیبر کا معرکہ پیش آیا۔ مدینہ منورہ سے نکالے گئے تمام یہودی قبائل خیبر کے مقام پر آباد ہوئے اور انہوں نے وہاں بلند و بالا قلعے بھی تعمیر کئے۔ غزوۂ خندق میں قریش کے ساتھ ان کے گٹھ جوڑ کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کو سبق سکھانے کا ارادہ کیا اور اپنے سولہ سو جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ خیبر روانہ ہوئے۔ ان جانثاروں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ خیبر شہر میں بلند ٹیلے اور پہاڑ تھے اور یہودیوں نے خیبر میں بے شمار قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔ خیبر، مدینہ منورہ سے قریباً اسی میل کے فاصلے پر واقع تھا۔

لشکر اسلام نے سب سے پہلے خیبر کے قلعہ ناعم پر حملہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام کے ایک گروہ نے قلعہ ناعم پر حملہ کیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے نہایت دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا اور بالآخر جامِ شہادت نوش فرمایا۔ قلعہ ناعم کے بعد لشکر اسلام نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی یہاں تک کہ قلعہ قموص کے علاوہ خیبر کے تمام قلعے فتح کر لئے۔ قلعہ قموص کا شمار خیبر کے سب سے مضبوط قلعوں میں ہوتا تھا اور اس قلعے میں یہودیوں کا سردار مرحب رہتا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر اسلام کو حکم دیا کہ وہ قلعہ قموص کا محاصرہ کرلیں۔ لشکر اسلام نے قلعہ قموص کا محاصرہ کرنے کے بعد اس پر کئی تابڑ توڑ حملے کئے لیکن فتح نصیب نہ ہوئی اور انہیں یہودیوں کی جانب سے بھی سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جب دیکھا کہ کئی روز کے محاصرے اور تابڑ توڑ حملوں کے باوجود قلعہ فتح نہیں ہو رہا تو حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان کیا کہ کل میں علم اس شخص کو عطا کروں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اس شخص کے ہاتھوں قلعہ فتح فرمائے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان سن کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ علم اسے عطا ہو۔ اگلے روز جمعہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد دریافت کیا کہ علی (رضی اللہ عنہ) اس وقت کہاں ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی تک آشوبِ چشم کے مرض میں مبتلا تھے اور اسی وجہ سے جنگ میں عملی طور پر حصہ بھی نہ لے سکے تھے انہیں بلایا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا علی (رضی اللہ عنہ) کیسے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آنکھیں دکھتی ہیں

اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی (رضی اللہ عنہ)! میرے نزدیک آؤ اور پھر آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک آ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا لعابِ دہن نکالا اور اسے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگایا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی تکلیف جاتی رہی اور آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے علم آپ رضی اللہ عنہ کو عطا کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے لعابِ دہن لگانے کے بعد مجھے کبھی آنکھوں کی کوئی بیماری نہ ہوئی بلکہ میری آنکھیں پہلے سے زیادہ روشن ہو گئیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے ہمراہ قلعہ قموص کے دروازے پر پہنچے اور علم دروازے کے پاس گاڑ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس دوران ایک یہودی نے قلعہ کی چھت سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں علی بن ابوطالب (رضی اللہ عنہ) ہوں۔ اس یہودی نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا نام سنا تو کانپ اٹھا اور کہنے لگا تورات کی قسم! یہ شخص قلعہ فتح کئے بغیر ہرگز نہیں جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قلعہ قموص پر حملہ کیا تو یہودیوں کے سردار مرحب کا بھائی حارث کئی یہودیوں کے ہمراہ مقابلے کے لئے نکلا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا اور لشکر اسلام نے باقی کے تمام یہودیوں کو جہنم واصل کر دیا۔ مرحب کو جب اپنے بھائی کے قتل کی خبر ہوئی تو وہ غیظ وغضب کے عالم میں ایک لشکر کے ہمراہ قلعہ قموص سے باہر نکلا اور باآوازِ بلند کہنے لگا: خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، سلح پوش ہوں، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا میری ماں نے میرا

نام شیر رکھا اور میں دشمنوں کو نہایت تیزی سے قتل کرتا ہوں۔ مرحب نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا کلام سنا تو غصے میں اس نے تلوار کا وار کیا جسے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے روک لیا اور اس پر جوابی وار کیا اور ایک ہی وار میں اس کا سر قلم کر دیا۔ مرحب کی لاش گرتے ہی لشکر اسلام نے یہودی لشکر پر حملہ کر دیا جس سے بے شمار یہودی مارے گئے اور باقی جو بچ گئے وہ قلعہ کے اندر بھاگ گئے اور قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا بھاری بھرکم دروازہ اکھاڑ پھینکا اور لشکر اسلام قلعہ قموص میں داخل ہو گیا۔ یہودیوں نے شکست تسلیم کرتے ہوئے امان طلب کی اور آئندہ سے بدعہدی سے توبہ کر لی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فتح کی خوشخبری لے کر جب حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! میں اور اللہ عزوجل دونوں تجھ سے راضی ہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد اوّل صفحہ ۳۳۰ تا ۳۳۶، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲۲۵ تا ۲۳۰، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۶، تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۲)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خیبر کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ گئے اور پھر خود ہی کہنے لگے کہ کیا میں ان آنکھوں کے دکھنے کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کو چھوڑوں گا؟ اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نکلے یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ سے جا ملے۔ جب وہ شب آئی جس کی صبح خیبر کو آپ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں کل جھنڈا اسے دوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ دونوں ہی محبت کرتے ہیں اور اللہ عزوجل اس کے ہاتھوں خیبر فتح فرمائے گا۔ پھر دوسرے دن ہم نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ آئے اور ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کے آنے کی امید نہ تھی پھر حضور نبی کریم ﷺ نے

آپ رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں خیبر فتح ہوا۔

(صحیح بخاری جلد دوم کتاب الجہاد والسیر باب ما قیل فی لوائے النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۲۲۶)

فتح مکہ

رمضان المبارک ۸ ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان لشکر کے ہمراہ مکہ مکرمہ داخل ہوئے اور اللہ عزوجل نے دین اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔ اس بابرکت شہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آٹھ برس قبل نہایت نامساعد حالات کی وجہ سے ہجرت فرمانا پڑی تھی اور مشرکین مکہ نے اس شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رہنا مشکل بنا دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اللہ عزوجل کے بھروسہ پر اس شہر سے نکلے تھے اور مدینہ منورہ میں جا کر قیام پذیر ہوئے تھے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکا۔ مشرکین مکہ نے دو سال تک حدیبیہ کے معاہدہ کی پاسداری کی مگر بعد میں مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنی خزاعہ کے خلاف بنی بکر کی مدد کرتے ہوئے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی جس کی وجہ سے بنی خزاعہ کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے رؤساء کے پاس ایک قاصد بھیجا جس نے ان کے سامنے تین شرائط پیش کیں۔

۱۔ بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش بنی بکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائے۔

۳۔ اگر پہلی دونوں شرائط منظور نہیں تو اعلان کر دیں کہ معاہدہ حدیبیہ ختم ہو گیا۔

قریش کے رؤساء نے زعم میں آ کر یہ اعلان کر دیا کہ ہم معاہدہ حدیبیہ کو توڑتے ہیں۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے بہت کوشش کی کہ دیگر سردارانِ قریش اس قسم کی باتوں سے باز رہیں لیکن وہ اسی زعم میں تھے کہ ان کی طاقت زیادہ ہے۔ ابوسفیان

(رضی اللہ عنہ) خود مدینہ منورہ پہنچا اور اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر قیام پذیر ہوا۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے حضور نبی کریم ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس بستر پر بیٹھنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کا بستر ہے۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی بات کا کوئی جواب نہ دیا جس پر ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن انہوں نے بھی ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ)، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن انہوں نے بھی ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی بات کا کوئی جواب نہ دیا حتیٰ کہ جب ابوسفیان (رضی اللہ عنہ)، حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور انہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا واسطہ دیا تو انہوں نے بھی اس معاملے میں دخل اندازی سے انکار کر دیا۔

جب ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) ناکام ہو کر واپس لوٹ گئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور اس مقصد کے لئے اپنے تمام حلیف قبائل کو بھی حکم نامے بھیج دیئے۔ کسی بھی صحابی نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ بات پوچھنے کی جرأت نہ کی کہ وہ کس سے جنگ کی تیاری کا حکم دے رہے ہیں یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی کسی صحابی حتیٰ کہ اپنے رازدان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ وہ کس سے جنگ کرنا چاہتے ہیں؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہتھیار نکال رہی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کر دیا۔

جنگ کی تمام تیاریاں خاموشی کے ساتھ ہوتی رہیں۔ ۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو حضور نبی کریم ﷺ اپنے دس ہزار جانثاروں کے ہمراہ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ جب لشکر مقام جحفہ پہنچا تو حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ مقام جحفہ پر حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ جو کہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ حاضر ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے لشکر میں شامل ہوئے۔ قریش کے رؤساء کو جب حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے تحقیق کے لئے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو بھیجا اور جب ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے لشکر کا جائزہ لیا تو وہ اتنا عظیم والشان لشکر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے واپس جا کر قریش کے رؤساء کو کہا کہ ابھی بھی وقت ہے کہ وہ جا کر حضور نبی کریم ﷺ سے معافی مانگ لیں تاکہ صلح ہو جائے اور خطرہ ٹل جائے۔

قریش کے رؤساء نے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ)، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر لشکر اسلام فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا جو شخص حرم کعبہ میں پناہ لے گا اس کے لئے امان ہے، جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اس کے لئے بھی امان ہے اور جو شخص ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کے گھر داخل ہو جائے گا اس کے لئے بھی امان ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ جس وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے۔ قصویٰ وہی اونٹنی تھی جو ہجرت کے وقت حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خرید فرمائی تھی اور اسی اونٹنی پر بیٹھ کر آپ ﷺ نے

غزوات میں شرکت فرمائی اور آج دین اسلام کی سب سے بڑی فتح، فتح مکہ کے وقت بھی آپ ﷺ اسی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ ﷺ کے دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور پیچھے دس ہزار مجاہدین کا ایک لشکر عظیم تھا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۳۷ تا ۳۴۴، البدایہ والنہایہ جلد چہارم صفحہ ۲۲۵ تا ۲۳۳، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲۶۲ تا ۲۷۰، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۲۹۶ تا ۳۰۴)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لئے لشکر اسلام کو خفیہ تیاریوں کا حکم دیا تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ لشکر اسلام مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لئے تیاریاں کر رہا ہے۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے یہ خط ایک عورت کو دیا جو اس خط کو اپنے بالوں میں چھپا کر مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع دی گئی اور حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور انہیں اس عورت کا حلیہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ فلاں جگہ یہ عورت تمہیں ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے تم وہ خط لے کر آ جاؤ۔ جب ہم اس عورت کے پاس پہنچے تو اس عورت سے خط کے بارے میں دریافت کیا۔ اس عورت نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم! حضور نبی کریم ﷺ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ پھر میں نے میان سے تلوار نکالی اور اس عورت کو قتل کرنے کی دھمکی دی جس پر اس عورت نے اپنے بالوں میں سے وہ خط نکال دیا۔ میں وہ خط لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے وہ خط پڑھا تو آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ یہ خط حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انہوں نے معذرت

کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس خط کو تحریر کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہ تھا کہ میں منافق ہو گیا ہوں یا مرتد ہو گیا ہوں میں آج بھی آپ ﷺ پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں میں نے یہ خط صرف اس لئے تحریر کیا کہ قریش پر میرا حق ثابت ہو اور وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت سے غافل نہ ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی بات پر فرمایا یہ سچ کہتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے حکم دیں میں حاطب (رضی اللہ عنہ) کا سر قلم کر دوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم جانتے نہیں یہ بدر کے معرکہ میں موجود تھے اور اللہ عزوجل نے اہل بدر کے متعلق فرمایا تم جیسے اعمال چاہو کرو میں تمہیں بخش چکا ہوں۔

(صحیح بخاری جلد دوم کتاب الجہاد والسیر باب الجاسوس حدیث ۲۵۹)

تجھے اتارنے والا جبرائیل (علیہ السلام) تھا:

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور غسل کرنے کے بعد خانہ کعبہ میں آئے اور آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں موجود بتوں کو توڑنا شروع کیا اور اس موقع پر آپ ﷺ فرماتے تھے۔

"حق آ گیا باطل مٹ گیا بلاشبہ باطل مٹنے والا ہے۔"

یہ فرمانے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ جس بت کی جانب اشارہ فرماتے وہ اوندھے منہ گر پڑتا۔ پھر ایک بت جو بلند مقام پر نصب تھا اسے توڑنے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے کندھوں پر چڑھ کر اس بت کو توڑ دو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ میرے کندھوں پر چڑھ جائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا تم

نبوت کا بوجھ اٹھالو گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بات سنی تو خاموش ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے کندھوں پر چڑھ کر اس بت کو توڑ دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب حضور نبی کریم ﷺ کے کندھوں پر چڑھے تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! تمام پردے ہٹ چکے ہیں اور میرا سر عرش کے قریب ہے اور آسمان کی ہر چیز تک میری رسائی آسان ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! تمہیں جو کام کہا گیا ہے تم وہ کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بت توڑ دیا اور چھلانگ لگا کر حضور نبی کریم ﷺ کے کندھوں سے نیچے اتر آئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے اتنی بلندی سے چھلانگ لگائی لیکن مجھے کچھ تکلیف نہ ہوئی؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! تجھے کیسے تکلیف ہو سکتی تھی جبکہ تو محمد رسول اللہ (ﷺ) کے کندھوں پر تھا اور تجھے اتارنے والا جبرائیل (علیہ السلام) تھا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۴۸ تا ۳۴۹)

غزوۂ حنین:

شوال ۸ ھ میں حنین کے مقام پر حق و باطل کے درمیان ایک اور معرکہ ہوا۔ مکہ مکرمہ کے نواح میں ہوازن اور ثقیف دو جنگجو قبائل رہتے تھے جنہیں دین اسلام اور حضور نبی کریم ﷺ سے ابتداء سے ہی شدید نفرت تھی۔ ابرہہ نے جب خانہ کعبہ پر چڑھائی کی تھی تو اس وقت بھی ایک ثقفی نے اس کی رہنمائی کی تھی۔ فتح مکہ سے قبل ہی یہ لوگ مکہ مکرمہ کے نواح میں واقع بدوؤں کو اسلام کے خلاف ابھار رہے تھے۔ ہوازن اور ثقیف قبائل کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے مکہ فتح کرلیا ہے تو انہوں نے یہ سوچ کر جنگی تیاریاں شروع کر دیں کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کو شکست دے دی تو طائف کے باغات و املاک اور مکہ مکرمہ کی وادیاں سب ان کی ہو جائیں گی چنانچہ یہ قبائل چار ہزار افراد کا لشکر لے کر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی غرض سے وادی حنین میں

اترے۔

حضور نبی کریم ﷺ جو کہ اس وقت مکہ مکرمہ میں موجود تھے آپ ﷺ کو جب یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگی تیاریاں شروع کرنے کا حکم دے دیا۔ لشکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی جس میں زیادہ تر نومسلم اور ناتجربہ کار تھے۔ اس کے علاوہ دو ہزار ایسے افراد بھی تھے جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے لیکن مالِ غنیمت کی لالچ میں ساتھ ہو لیے تھے۔ ان تمام کمزوریوں کے باوجود لشکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار تھی جبکہ بنوہوازن اور بنوثقیف کی تعداد چار ہزار تھی۔ لشکر اسلام کی اس کثرت کو دیکھ کر نومسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ آج ہمیں کون شکست دے گا اور ہم پر کون غالب آئے گا۔ اللہ عزوجل کو ایسے الفاظ پسند نہیں تھے چنانچہ اللہ عزوجل نے سورۂ توبہ میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

> ”بے شک اللہ پہلے بھی میدانِ جنگ میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور اب حنین کے موقع پر بھی جب تم اپنی کثرت پر فخر کر رہے تھے اور وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تنگ کر دی گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے، پھر اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) پر اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوج بھیجی جو تم نے نہیں دیکھی۔“

بنوہوازن جو کہ تیر اندازی کے ماہر تھے انہوں نے لشکر اسلام پر تیروں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ لشکر اسلام میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ تمام نومسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔ میدانِ جنگ سے فرار ہونے والوں میں دو ہزار افراد کا وہ گروہ بھی شامل تھا جو صرف مالِ غنیمت کی لالچ میں لشکر اسلام کے ہمراہ آیا تھا۔

اب میدانِ جنگ میں حضور نبی کریم ﷺ کے جانثاروں کے سوا کوئی موجود نہ تھا۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت موجود تھی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم وادیٔ حنین کی جانب روانہ ہوئے اور دشمن جو کہ پہلے سے ہی وادی کی گھاٹیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا اس نے ہم پر حملہ کر دیا اور ہم شکست کھا کر یوں بکھر گئے کہ کوئی واپس پلٹتے نہیں تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ ایک جگہ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے پکارا کہ کہاں جاتے ہو میری جانب آؤ میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد (ﷺ) بن عبداللہ ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی اس پکار کا بھی کچھ اثر نہ ہوا اور ہر کوئی بھاگے جا رہا تھا۔ اس موقع پر مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگ اور آپ ﷺ کے خاندان کے افراد کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم ثابت قدم رہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے خاندان کے افراد میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عباس، حضرت سیّدنا فضل بن عباس، حضرت اسامہ بن زید، حضرت ربیعہ بن حارث اور حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ باآوازِ بلند پکاریں کہ اے معشر انصار! اے بیعت رضوان کرنے والو چنانچہ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یونہی پکارا تو لوگ پلٹے اور جواب میں لبیک لبیک کہنا شروع کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد چہارم صفحہ ۲۵۶ تا ۲۶۳، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۳۱۵ تا ۳۲۱،
سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲۸۸ تا ۲۹۳، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۶۷ تا ۳۷۱)

غزوۂ طائف:

۸ھ میں غزوۂ حنین سے واپسی پر حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر اسلام کو حکم دیا کہ وہ طائف کا محاصرہ کرے۔ لشکر اسلام نے طائف کا محاصرہ کیا اور یہ محاصرہ کئی دن تک جاری رہا مگر لشکر اسلام کو کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اس دوران کئی مسلمان بھی شہید ہوئے۔ طائف کے محاصرے کے دوران حضور نبی کریم ﷺ نے خواب دیکھا اور اپنے اس خواب کا ذکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک دودھ کا پیالہ میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے اسے جیسے ہی نوش فرمانا چاہا ایک مرغ نے اس پیالے کو چونچ مار کر گرا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اس خواب کا مطلب ہے کہ طائف کی فتح آپ ﷺ کے لئے نہیں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! تم نے درست کہا اور میں نے بھی اس خواب کی یہی تعبیر لی ہے چنانچہ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر اسلام کو طائف سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔

خویلہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون کی بیوی تھیں انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ کو فتح نصیب ہو تو بادیہ بنت غیلان کا زیور مجھے عطا فرمایئے گا کیونکہ بنی ثقیف میں کسی اور عورت کے پاس اتنا زیور نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے خویلہ (رضی اللہ عنہا)! مجھے بنی ثقیف کے متعلق کچھ حکم نہیں ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے خویلہ رضی اللہ عنہا کی نسبت فلاں بات کا علم ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! ایسا ہی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو میں لشکر کے کوچ کرنے کا اعلان کروں۔ آپ ﷺ نے اجازت

دے دی اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لشکر کے کوچ کرنے کا اعلان کیا۔

(سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۴، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۷۵ تا ۳۷۸)

روایات میں آتا ہے طائف کے محاصرے کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک مختصر سے لشکر کے ہمراہ طائف کے نواح میں بھیجا تا کہ وہ طائف کے نواح میں موجود بت خانوں کو ختم کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ جب لشکر لے کر نکلے تو آپ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ اوطاس کی گھاٹیوں میں موجود بنو ہوازن اور بنو ثقیف کے ایک لشکر سے ہوا جسے آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مختصر سے معرکہ کے بعد زیر کر لیا۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے طائف کے اردگرد کے تمام علاقے کو بت خانوں سے پاک کر دیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۷۷)

بنی طے کی سرکوبی:

۹ ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس مجاہدین کے ہمراہ بنی طے کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور حکم دیا بنی طے کے بت خانے کو مسمار کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ اس تیز رفتاری سے بنی طے پر حملہ آور ہوئے اور انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بنی طے کا بت خانہ جلا کر راکھ کر دیا جبکہ بنی طے کے تمام لوگ فرار ہو گئے۔ اس لڑائی میں بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بنی طے کا حاکم عدی بن حاتم شام کی جانب فرار ہو گیا جبکہ بنی طے کے سخی حاکم حاتم طائی کی بیٹی کو قیدی بنا لیا گیا جسے مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قید کر دیا گیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۹۷)

غزوۂ تبوک:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم

مقام مقرر فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر جا رہے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جا رہا ہوں جس طرح موسیٰ (علیہ السلام) نے ہارون (علیہ السلام) کو چھوڑا جبکہ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۱۲)

نقیب اسلام

۹ھ میں غزوۂ تبوک سے واپسی پر حضور نبی کریم ﷺ نے تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تیار کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کرتے ہوئے حج بیت اللہ کے لئے روانہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی کہ منیٰ میں حج کے عظیم الشان اجتماع پر یہ اعلان کر دیں کہ آئندہ سال سے کوئی بھی مشرک طواف کعبہ نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی مشرک کے لئے حج ہوگا۔

امیر الحج کا یہ پہلا عہدہ تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذمہ ہوا۔ قرآن مجید میں اس حج کو حج اکبر کا نام دیا گیا کیونکہ یہ پہلا حج تھا جو باقاعدہ اسلامی طریقہ کے مطابق اور سنت ابراہیمی کے مطابق ادا کیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ بیت اللہ شریف میں حج کے موقع پر جہالت کے خاتمے اور دین اسلام کی روشن تعلیمات کا آغاز کیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیر الحج کے فرائض نہایت احسن طریقے سے نبھائے اور اپنے ساتھیوں کے کھانے پینے اور سونے کا انتظام کرتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو اس انداز میں منظم کیا کہ دشمنانِ اسلام یہی سمجھتے رہے کہ مسلمان تعداد میں کہیں زیادہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ

نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنایا اور آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جن کی سربراہی میں مسلمانوں نے پہلی مرتبہ اجتماعی حج کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نقیب اسلام اور حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو معلم بنایا گیا اور حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بیس اونٹ قربانی کے لئے بھی دیئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مقامِ عرج پر پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں نمازِ فجر کے لئے پکارا۔ اس دوران ہم نے ایک اونٹنی کے بلبلانے کی آواز سنی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی قصویٰ کی آواز ہے ہوسکتا ہے حضور نبی کریم ﷺ خود تشریف لائے ہوں ہم آپ ﷺ کی امامت میں نماز ادا فرمائیں گے۔ جب اونٹنی نزدیک آئی تو اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیسے آئے کیا قاصد بن کر آئے ہو یا قائد بن کر؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں قاصد بن کر آیا ہوں، حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے سورۂ توبہ کی تعلیم دے کر بھیجا ہے تاکہ میں حج کے موقع پر لوگوں کو سناؤں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم مکہ مکرمہ پہنچے اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں مناسک حج کی تعلیم دی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سورۂ توبہ کی تلاوت فرمائی اور اعلان کیا کہ اب کوئی بھی مشرک بیت اللہ شریف میں داخل نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی برہنہ شخص کعبہ کا طواف کرے گا۔ پھر عرفہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کا خطبہ دیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر سورۂ توبہ کی تلاوت کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حجاج کرام کو قربانی کا حکم دیا اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سورۂ توبہ تلاوت کی۔ پھر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں سعی کا طریقہ بتایا اور ہمیں سعی کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر سورۂ توبہ کی تلاوت کی اور حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان پر عمل کیا۔

(سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳۴۴ تا ۳۴۹، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۴۳ تا ۴۴۴، البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ ۶۴ تا ۶۷، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۳۵۳ تا ۳۵۴)

تبلیغ اسلام کے لئے یمن روانگی:

حضور نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دین اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے ملک یمن روانہ کیا مگر وہ چھ ماہ کی مسلسل کوششوں کے باوجود کامیاب نہ ہو سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اپنے دست مبارک سے عمامہ شریف باندھنے کے بعد ان کے حق میں دعا فرمائی اے اللہ! اس کی زبان سے راست گوئی جاری فرمانا اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور فرمانا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو یمن جانے کا حکم دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن روانہ ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی چند روز کی تبلیغ سے وہاں کا سب سے بڑا قبیلہ ہمدان دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی اطلاع حضور نبی کریم ﷺ کو بھجوائی تو حضور نبی کریم ﷺ نے خوشی کا اظہار کیا۔ (تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۳۶۰)

حجۃ الوداع:

روایات میں آتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ملک یمن کے کامیاب دورے کے بعد جب مدینہ منورہ واپسی کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضور نبی کریم ﷺ حج بیت اللہ شریف کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت

میں احرام باندھ کر حاضر ہوئے اور اپنے کامیاب دورے کے متعلق بتایا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی تبلیغی سرگرمیوں کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ علی (رضی اللہ عنہ) تم بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے بعد احرام کھول دو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے احرام باندھتے وقت نیت کی تھی کہ اے اللہ! میں وہ احرام باندھ رہا ہوں جو تیرے حبیب حضور نبی کریم ﷺ نے باندھا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا تمہارے پاس قربانی کے جانور ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نہیں میرے پاس کوئی جانور نہیں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے جانوروں میں شریک کرلیا اور حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے جانوروں کو ذبح کیا۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۳۷۰)

✠……✠……✠

باب سوم:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری وصال

۲۸ صفر المظفر ۱۱ھ کو حضور نبی کریم ﷺ جنت البقیع تشریف لے گئے اور جنت البقیع سے واپسی پر آپ ﷺ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اجازت لے کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں قیام کیا۔ طبیعت کی خرابی کے باوجود آپ ﷺ باقاعدگی سے نماز پڑھاتے رہے۔ جب طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نماز کی امامت کے لئے کہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ان پر بہت جلد رقت طاری ہو جاتی ہے وہ جب قرأت کریں گے تو لوگ ان کی آواز سن نہ سکیں گے آپ ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ امامت کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں! امامت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہی کریں گے۔

(سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۴۲۷، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۹۰، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۴۰۲)

واقدی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۴۰۲، البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ ۲۳۴)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض وصال میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلا بھیجا۔ جب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ کی عیادت کے لئے تشریف لائیں تو

آپ ﷺ نے ان کے کان میں کچھ کہا جس پر وہ رو پڑیں۔ پھر دوبارہ آپ ﷺ نے ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ مسکرا پڑیں۔ میں نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں دریافت کیا تو وہ ٹال گئیں۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ پھر اصرار کر کے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے مجھے اپنے وصال کی خبر دی جس کو سن کر میں رو دی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور میرے اہل میں سب سے پہلے تم مجھ سے آن ملو گی جس کو سن کر میں مسکرا دی۔ (صحیح بخاری جلد دوم باب مرض النبی ﷺ حدیث ۱۵۵۳)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی بیماری میں حاضر خدمت رہے اور تیمارداری میں مصروف رہے۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی طبیعت کیسی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب قدرے بہتر ہے۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم تین دن بعد غلام بنو گے اور میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے چہرۂ اقدس پر موت کے آثار دیکھے ہیں، میں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بنو عبدالمطلب کے چہرے کی کیفیت موت کے وقت کیسی ہوتی ہے؟ (صحیح بخاری جلد دوم باب مرض النبی ﷺ حدیث ۱۵۶۳، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۴۰۰)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میرے گھر آئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، میں حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ میں نے دیکھا حضور نبی کریم ﷺ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف غور سے دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ حضور نبی کریم ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اگر حکم ہو تو میں حضور نبی کریم ﷺ

کے لئے عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) سے مسواک لوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سر انور سے اشارہ فرمایا چنانچہ میں نے اپنے بھائی سے مسواک لی۔ میں نے دیکھا وہ سخت تھی۔ میں نے عرض کیا ارشاد ہو تو میں اس کو حضور نبی کریم ﷺ کے لئے اسے نرم کر دوں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے سر انور سے اشارہ کیا کہ ہاں! چنانچہ میں نے اس کو اپنے دانتوں میں چبا کر نرم کیا اور حضور نبی کریم ﷺ نے وہ مسواک لے لی۔

(صحیح بخاری جلد دوم باب مرض النبی ﷺ حدیث ۱۵۵۷، البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ ۳۲۹)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں مجھ پر اللہ عزوجل کے بے شمار احسانات ہیں۔ ان میں بڑا احسان یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے میرے حجرے میں اور میری باری کے دن میرے سینے اور گردن کے درمیان وصال فرمایا۔ اللہ عزوجل نے میرے لعابِ دہن اور حضور کے لعابِ دہن کو آپس میں ملا دیا۔ وہ اس طرح کہ اس دن میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میرے گھر آئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، میں حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ میں نے دیکھا حضور نبی کریم ﷺ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف غور سے دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ حضور نبی کریم ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اگر حکم ہو تو میں حضور نبی کریم ﷺ کے لئے عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) سے مسواک لے لوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا چنانچہ میں نے اپنے بھائی سے مسواک لی۔ میں نے دیکھا وہ سخت تھی۔ میں نے عرض کیا ارشاد ہو تو میں اس کو حضور نبی کریم ﷺ کے لئے نرم کر دوں؟ چنانچہ میں نے اس کو اپنے دانتوں میں چبا کر نرم کیا اور حضور نبی کریم ﷺ نے وہ مسواک لے لی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے پانی کا برتن پڑا تھا حضور نبی کریم ﷺ اس پانی میں ہاتھ مبارک ڈالتے تھے اور اپنے چہرے

پر پھیر لیا کرتے اور فرماتے۔

لا الٰہ الا اللہ

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے دست مبارک کھڑا کیا اور یہ فرمانے لگے۔

فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ کی روح مبارک جسم سے باہر نکل گئی اور آپ ﷺ کا ہاتھ گر گیا۔ (صحیح بخاری جلد دوم باب مرض النبی ﷺ حدیث ۱۵۲۵)

واقدی کا قول ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ کے دن وصال فرمایا اور دوسرے دن یعنی سہ شنبہ کے دن دوپہر کے وقت زوال کے بعد آپ ﷺ کی تدفین عمل میں آئی۔ (تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۲۰۴)

جس وقت حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر سخ بنی خارث بن خزرج میں موجود تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو لوگ اکٹھے ہو گئے اور رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ فرشتوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے آپ ﷺ کی موت کو جھٹلا دیا، بعض گونگے ہو گئے اور طویل مدت کے بعد بولنا شروع کیا۔ بعض لوگوں کی حالت خلط ملط ہو گئی اور بے معنی باتیں کرنے لگے، بعض حواس باختہ ہو گئے اور بعض غم سے نڈھال ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کی موت کا انکار کر دیا تھا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غم سے نڈھال ہو کر بیٹھنے والوں میں تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو گونگے ہو کر رہ گئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار میان سے نکال لی اور اعلان کر دیا کہ

اگر کسی نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح چالیس دن کے لئے اپنی قوم سے پوشیدہ ہو گئے ہیں اور چالیس دن بعد آپ ﷺ واپس آ جائیں گے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کی اطلاع ملی تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ بنی حارث بن خزرج کے ہاں تھے فوراً آئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کی طرف دیکھا، پھر جھک کر بوسہ دیا اور فرمایا۔

> ”یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں اللہ عزوجل آپ ﷺ کو دوبارہ موت کا مزہ نہیں چکھائے گا۔ اللہ کی قسم! حضور نبی کریم ﷺ وصال فرما گئے۔“

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا۔

> ”اے لوگو! جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو یاد رکھے محمد ﷺ وصال فرما گئے ہیں اور جو محمد ﷺ کے رب تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو یاد رکھے کہ وہ زندہ اور کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔
>
> وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○
>
> ”اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی کئی رسول ہو

چکے تو کیا اگر وہ وصال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے
پاؤں پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان
نہ کرے گا اور اللہ جلد ہی اجر دے گا شکر گزاروں کو۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی تو معلوم ہوتا تھا کہ ہم میں سے کوئی پہلے اس آیت کو جانتا نہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب یہ آیت مبارکہ سنی تو مجھے یقین ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔

(صحیح بخاری جلد دوم باب وصال النبی ﷺ حدیث ۱۵۶۸، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۲۰۴ تا ۲۰۵، البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ ۳۳۱ تا ۳۳۲، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۰۲ تا ۵۰۳، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۴۳۰ تا ۴۳۱)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا۔ میں نے آپ ﷺ کو چادر سے ڈھانپ دیا۔ اس دوران حضرت عمر فاروق اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم آ گئے۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور میں نے ان کو اندر بلا لیا اور پردہ کھینچ لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی بے ہوشی کو دیکھا تو کہا کہ کتنی سخت بے ہوشی ہے؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ میں نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو اور فتنہ پھیلانا چاہتے ہو بے شک حضور نبی کریم ﷺ کا وصال اس وقت تک نہ ہوگا جب تک اللہ عزوجل منافقین کو ختم نہیں کر دے گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے جب حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور حضور نبی کریم ﷺ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

(صحیح بخاری جلد دوم باب وصال النبی ﷺ حدیث ۱۵۶۹، البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ ۳۳۹)

حضور نبی کریم ﷺ کی تجہیز و تکفین کا معاملہ پیش آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس شش و پنج میں مبتلا ہوئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تدفین کہاں کی جائے؟ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ نبی جس جگہ وصال فرماتا ہے اسی جگہ اس کی تدفین عمل میں آتی ہے چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون کیا گیا۔

(سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۴۳۹)

حضور نبی کریم ﷺ کو غسل دینا:

حضور نبی کریم ﷺ کو غسل دینے کا اعزاز حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کو غسل دیتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ اپنی ظاہری زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور اپنے وصال میں بھی پاکیزہ ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۲۳۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی، حضرت عباس، فضل بن عباس، اسامہ بن زید اور شقران رضی اللہ عنہم مولیٰ رسول اللہ ﷺ نے حضور نبی کریم ﷺ کو غسل دیا۔ بنو عوف کے اوس بن خولی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے بھی حضور نبی کریم ﷺ کے غسل میں شامل فرمالیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم بھی آ جاؤ۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غسل کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے سینے سے لگا کر بٹھایا اور حضرت عباس، حضرت فضل وغیرہ کروٹ بدلتے جاتے تھے اور شقران رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ جسم اطہر پر پانی ڈالتے جاتے تھے اور اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے جاتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ دونوں حالتوں میں کس

قدر پاک وصاف ہیں۔ (تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی ایک اور روایت مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو غسل دیتے وقت سر پر کلہ برد یمانی باندھا تھا چنانچہ غسل کے وقت کلہ باندھنا ہمارے لئے سنت ہوا اور پھر اس کلہ میں حضرت عباس، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فضل بن عباس، حضرت قُثم بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم داخل ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے غلام صالح حبشی رضی اللہ عنہ جن کا لقب شقران داخل ہوئے تا کہ غسل دیں اس موقع پر سب پر جو اس کلہ کے اندر تھے اور جو کلہ سے باہر تھے سب پر اونگھ طاری ہو گئی اور سب نے غیبی ندا سنی کہ اللہ عزوجل کے نبی پاک ہیں اور انہیں غسل کی حاجت نہیں ہے۔ پھر جب سب کو ہوش آیا تو ایک مرتبہ پھر غسل دینے کا ارادہ کیا گیا تو اس مرتبہ پھر سب پر اونگھ طاری ہو گئی اور پھر سب نے وہی غیبی ندا سنی۔ جب تیسری مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا گیا تو ایک مرتبہ پھر غیبی ندا آئی کہ تم انہیں برہنہ نہ کرو اور انہیں انہی کے کپڑوں میں غسل دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غسل دیا جبکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو قبلہ رو لٹایا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۰۱)

حضور نبی کریم ﷺ کی تدفین:

حضور نبی کریم ﷺ کی تدفین کے لئے قبر کھودنے کا معاملہ پیش آیا تو یہ معاملہ پیش آیا کہ قبر کیسی کھودی جائے؟ اس وقت مدینہ منورہ میں دو شخص موجود تھے جو قبریں کھودا کرتے تھے ان میں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے جو لحد قبر کھودتے تھے جبکہ دوسرے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے جو بطریق شق یعنی شامی انداز میں قبر کھودتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ

اے اللہ! تو جیسا چاہتا ہے ویسا فرما دے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دونوں اصحاب رضی اللہ عنہم کو بلانے کے لئے دو لوگوں کو روانہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے جو شخص گیا اسے آپ رضی اللہ عنہ نہ ملے اور جو شخص حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلانے گیا تھا وہ انہیں مل گئے اور یوں حضور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کھودنے کا اعزاز حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۱۲)

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو قبرِ میں اتارنے کے لئے حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت قُثم بن عباس اور شقران رضی اللہ عنہم اترے اور اس موقع پر اوس بن خولی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بھی اس سعادت سے سرفراز فرمائیں چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی اور یوں حضور نبی کریم ﷺ کی تدفین عمل میں آئی۔

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم ۳۶۳، طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۲۲۲، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۴۳۹)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا غم:

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غمزدہ چہرے کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کس بات کا غم ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے وہ پیش آیا جو تمہیں نہیں پیش آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے کہا کہ سنو! یہ کیا کہہ رہے ہیں میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ جس نے مجھ سے زیادہ حضور نبی کریم ﷺ پر رنج کیا ہو۔ (طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۲۲۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ منتخب ہونا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس وقت خلافت کا منصب سنبھالا اس وقت

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر قریباً اکسٹھ برس تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جانشینی کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار جمع ہو گئے اور انہوں نے جانشینی کا دعویٰ کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لیا اور وہاں پہنچے۔ گفتگو کے دوران انصار نے مطالبہ کیا کہ ایک امیر ہمارا ہو گا اور ایک تمہارا ہو گا۔ اس بات کو قبول کرنا اسلامی نظام کو خود اپنے ہاتھوں ختم کرنے کے مترادف تھا۔ یہ ممکن ہو سکتا تھا کہ مسند خلافت پر انصار کو فائز کر دیا جاتا لیکن اس میں یہ امر بھی قابل ذکر تھا کہ قریش اور عرب کے دیگر قبائل کبھی بھی اس بات پر متفق نہ ہوتے اور وہ انصار کی خلافت کو قبول نہ کرتے۔ انصار میں بھی دو گروہ موجود تھے اوس اور خزرج اور ان میں بھی خلافت پر اتفاق نہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے فرمایا یہ جائز نہیں ہے کہ مسلمانوں کے ایک وقت میں دو امیر ہوں اس طرح امور میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور امت بکھر جائے گی اس سے فتنہ وفساد شروع ہو جائے گا اور سنتیں ترک ہو جائیں گی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے تجویز دی کہ امراء ہماری جماعت میں سے ہوں گے اور وزراء تمہاری جماعت سے ہوں گے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ذیل کا خطبہ دیا۔

> ”ہمیں تمہارے فضائل و مناقب سے ہرگز انکار نہیں ہے لیکن قریش اور عرب کے دیگر قبائل کبھی تمہاری خلافت کو تسلیم نہیں کریں گے پھر مہاجرین اسلام میں سبقت لے جانے والے اور حضور نبی کریم ﷺ سے خاندانی تعلق رکھنے کی وجہ سے اس کے زیادہ مستحق ہیں یہاں عمر (رضی اللہ عنہ) اور ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) موجود ہیں تم ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کلام سنا تو

آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی نہیں ہے اور آپ رضی اللہ عنہ ہمارے سردار اور حضور نبی کریم ﷺ کے صحیح جانشین ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ آپ رضی اللہ عنہ کو عزیز رکھا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کو دوسروں پر ترجیح دی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے ساتھ ہی تمام مخلوق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی۔ پھر دوسرے دن مسجد نبوی میں عام بیعت ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۲۳ تا ۲۴، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۸ تا ۱۰۱، تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل ۴۰۵ تا ۴۱۰، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۰۴، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۴۳۲ تا ۴۳۶، صحیح بخاری جلد دوم کتاب المناقب حدیث ۸۲۶)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ تسلیم کرنا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو ہم نے امر خلافت پر نگاہ دوڑائی اور پھر ہم نے پایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں آگے کیا تھا پس ہم ان سے راضی ہو گئے جنہیں حضور نبی کریم ﷺ نے ہمارے دین کے لئے چنا تھا اور ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا یعنی بالاتفاق انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۳۴ تا ۳۵)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق معمر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے زہری سے پوچھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی اس کی کیا وجہ ہے؟ زہری نے کہا جب تک بنی ہاشم نے بیعت نہ کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی اور پھر جب حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیعت کے لئے مائل ہوئے اور انہوں نے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہلا بھیجا کہ میں آپ رضی اللہ عنہ سے تنہا ملنا چاہتا ہوں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چونکہ سخت طبیعت تھے اس لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے گوارا نہ کیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو اس وقت بنو ہاشم بھی موجود تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بھی ذکر کیا جو کلام حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا بھی برملا اقرار کیا کہ شروع میں ہم سمجھتے تھے کہ خلافت بنو ہاشم کا حق ہے کیونکہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے قرابت دار ہونے کی وجہ سے اسے اپنا حق سمجھتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کلام سنا تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ عزوجل کی قسم! میں حضور نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب کو اپنے عزیز و اقارب سے بہتر جانتا ہوں۔ اس کلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان غلط فہمی دور ہوگئی اور دونوں کے دل ایک دوسرے کے معاملے میں صاف ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیعت کی تاخیر کو کئی لوگوں نے غلط رنگ دینے کی کوشش کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی ان کی جانب سے غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بردباری اور تدبر کے ساتھ اس تمام معاملے کو خوش اسلوبی سے طے کیا۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول صفحہ ۴۱۰ تا ۴۱۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں تحریر کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کر لی تھی اور جس بیعت کے متعلق ذکر آتا ہے کہ چھ ماہ بعد کی تھی وہ بیعت ثانیہ تھی

اور پہلی بیعت کو پختہ کرنے اور شبہات کو ختم کرنے کے لئے تھی۔

(فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۳۹۹)

روایات میں آتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا کہ تم لوگوں پر اس خلافت کے بارے میں قریش کا ایک چھوٹا گھر غلبہ پا گیا اللہ کی قسم! میں سواروں اور پیادوں کا ایک لشکر جمع کر سکتا ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا کہ تم پہلے بھی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے لیکن تمہاری یہ دشمنی ہمیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکی بیشک ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس منصب کا اہل پایا ہے۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اوّل صفحہ ۴۱۱)

ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کی نماز میں امامت فرمائیں تو میں اس وقت موجود تھا اور غائب نہ تھا اور نہ ہی میں مریض تھا پس جسے حضور نبی کریم ﷺ نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا ہم نے اسے اپنی دنیا کے لئے بھی پسند کیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنگ پر جانے سے روکنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، طلیحہ اسدی کی سرکوبی کے لئے ذوالقصہ کی جانب روانہ ہونے لگے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور کہا اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! آپ رضی اللہ عنہ کہاں جاتے ہیں اور میں آپ رضی اللہ عنہ سے وہ بات کہتا ہوں جو احد کے دن حضور نبی کریم ﷺ نے کہی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ ہمیں اپنی جان کی وجہ سے یوں مصیبت میں مبتلا نہ کریں اور مدینہ منورہ واپس لوٹ جائیں اور اللہ عزوجل کی قسم! اگر

آپ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہمیں کوئی مصیبت پہنچی تو اسلام کا یہ نظام قائم نہ رہ سکے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ششم صفحہ ۳۱۸ تا ۳۱۹، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۰)

خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ میں مجلس شوریٰ کے رکن:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اگرچہ باقاعدہ مجلس شوریٰ نہیں قائم کی گئی مگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن سے آپ رضی اللہ عنہ اکثر و بیشتر معاملات اور امورِ خلافت کے متعلق مشورہ کیا کرتے تھے اور ان حضرات کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشوروں کو بھی غور سے سنتے اور ان مشوروں پر بھی عمل پیرا ہوتے تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۳۵۰)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنا:

حضرت وہب سوائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور دریافت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل کون ہے؟ میں نے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور بلاشبہ حق عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر بولتا ہے۔ (مسند احمد باب مسند علی بن ابی طالب جلد اوّل صفحہ ۱۰۶)

حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ہیں۔ (ابن ماجہ جلد اوّل فضائل عمر حدیث ۱۰۶)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی کسی کام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جانا چاہی تو انہیں خود سے آگے پایا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۷)

دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گزر بسر دورِ نبوی ﷺ میں اموالِ غنائم اور خمس وغیرہ سے ہوتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ انہی سے اپنی ضروریات پوری کیا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حسبِ معمول اموالِ غنائم اور خمس وغیرہ میں سے حصہ دیا اور اس کے علاوہ بنی ہاشم میں اموال کی تقسیم کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۵۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا اور بوقتِ وصال آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۹، طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۳۸، اسد الغابہ جلد پنجم صفحہ ۳۲۰)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور پندرہ دن تک مرض الموت میں مبتلا رہے اس دوران آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز میں امامت کرتے رہے اور لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے حاضر ہوتے رہے۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۳۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ منتخب ہونا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس منصب کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نامزد کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ نہ چھوڑنے کا مشورہ دینا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب ایران کے کچھ علاقوں میں بغاوت کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حالات کا ازسرنو جائزہ کیا اور جہاد کی تیاریاں شروع کرنے کا حکم دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لشکر کی تیاری کے بعد خود سپہ سالار کی حیثیت سے جانے کا فیصلہ کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو منع کیا کہ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کو چھوڑ کر نہ جائیں بلکہ کسی قابل شخص کو فوج کا سپہ سالار مقرر کریں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تجویز پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار مقرر کیا۔

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ دوم صفحہ ۲۱۲ تا ۲۲۲، البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۴۳ تا ۴۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کا مشورہ دینا:

حضرت سیار ابوحکم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت ناساز ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے کھڑکی سے جھانک کر لوگوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں نے تم سے ایک عہد کیا اور کیا تم اس عہد پر راضی ہو؟ لوگوں نے عرض کیا ہم راضی ہیں۔ اس دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا

کہ جب تک منصب حکومت کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد نہیں کیا جائے گا ہم راضی نہ ہوں گے اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

(اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۵۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مقرر کرنے کا مشورہ دینا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امور خلافت بجالاتے تھے مگر بیت المال سے کوئی وظیفہ نہ لیتے تھے پھر جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ اب میں باقاعدہ خلیفہ بنایا گیا ہوں اور اس سے قبل میرا گزر بسر تجارت کے ذریعے ہوتا تھا اور اب تم بتاؤ کہ میرا گزر بسر کیسے ہو؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ اپنے لئے وہ وظیفہ مقرر کریں جو آپ رضی اللہ عنہ کے گزر بسر کے لئے کافی ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مشورہ پسند کرلیا اور پھر اپنی گزر بسر کی ضرورت کے مطابق بیت المال سے اپنے لئے وظیفہ مقرر کیا۔

(کنز العمال جلد ششم کتاب فضائل صحابہ حدیث ۳۵۷۷۴، طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۷۹ تا ۸۰)

حضرت ابوامامہ بن سہل حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے کے بعد ایک عرصہ تک بیت المال سے اپنے خرچ کے لئے کچھ نہ لیتے تھے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ تنگدست ہو گئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دن رات کے کھانے کے خرچ کے موافق آپ رضی اللہ عنہ لیں۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۷)

خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ میں مجلس شوریٰ کے رکن:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مجلس شوریٰ قائم کی گئی جس میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل کیا گیا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت

زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ مجلس شوریٰ کا کام تھا کہ وہ روزمرہ کے معمولی اور اہم نوعیت کے تمام معاملات کو نبٹائے۔ جب کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو مجلس شوریٰ کے ارکان اکابر مہاجر و انصار کا اجلاس طلب کرتے جس میں سب کی رائے معلوم کرنے کے بعد فیصلہ کیا جاتا۔ (تاریخ طبری جلد سوم حصہ اوّل صفحہ ۲۵۴)

سن ہجری کے متعلق مشورہ دینا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں باقاعدہ ہجری سال کا آغاز کیا اور اس مقصد کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے نئے سال کا آغاز کیا اور سال کا آغاز محرم الحرام سے کیا گیا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ اوّل ۲۳۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے چھ نامزدگیاں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تم جاؤ اور میرے بھائیوں کو بلا لاؤ۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کون سے بھائی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان حضرات کو بلانے چلے گئے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! لوگ تمہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کی حیثیت سے خوب پہچانتے ہیں اور تمہاری شرافت اور سخاوت کی گواہی دیتے ہیں، اگر تم اس امر کے والی ہو تو تم اللہ سے ڈرنا اور انصاف سے کام

لینا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! لوگ تمہیں حضور نبی کریم ﷺ کے رشتہ دار کی حیثیت سے جانتا ہیں اور تمہاری شجاعت سے بھی واقف ہیں اور اس چیز سے بھی خوب واقف ہیں کہ اللہ عزوجل نے تمہیں علم اور فقہ عطا کی ہے، اگر تم اس امر کے والی ہو جاؤ تو تم اللہ سے ڈرنا اور انصاف سے کام لینا۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۰۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ ہجری کو زخمی ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا وصال یکم محرم الحرام ۲۴ ہجری بروز ہفتہ ہوا۔ بوقت وصال آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک قریباً تریسٹھ (۶۳) برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بیری کے پتوں میں ابلے ہوئے پانی سے تین مرتبہ غسل دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کے منبر اور مزار کے درمیان ریاض الجنتہ میں ادا کی گئی جبکہ حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو قبر مبارک میں اتارا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے اور اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ اس دوران ایک شخص میرے پیچھے آیا اور اس نے میرے کندھے پر کہنی رکھی اور فرمایا کہ اللہ عزوجل ان پر رحم فرمائے اور مجھے یہی امید تھی کہ اللہ عزوجل انہیں ان کے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ رکھے گا یعنی حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر اس شخص نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ میں ہوں، ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور عمر رضی اللہ عنہ ہے

اور میں نے یہ کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور میں چلا، ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی چلے اور عمر رضی اللہ عنہ بھی چلے اور پھر اس شخص نے فرمایا کہ مجھے قوی امید ہے کہ اللہ عزوجل انہیں ان کے ہمراہ رکھے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

(صحیح بخاری جلد دوم کتاب المناقب باب فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ حدیث ۸۷۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت تشریف لائے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر چادر ڈالی گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں کہ میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس کے نامہ اعمال کے ساتھ ملنا پسند کروں جتنا تمہارے درمیان یہ چادر ڈھکے ہوئے انسان ہیں یعنی مجھے ان کے نامہ اعمال کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں پیش ہونا پسند ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۲۶)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ منتخب ہونا

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے اس کام کو تین کے حوالے کر دو چنانچہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دی اور حضرت طلحہ بن صبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دی جبکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ میں خود کو اس امر سے دستبردار کرتا ہوں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں ایک طرف لے گئے اور کہا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جائے تو کیا آپ رضی اللہ عنہ انصاف سے کام لیں گے اور اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جائے تو کیا ان کی اطاعت کریں گے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور ان کو ایک طرف لے گئے اور کہا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جائے تو کیا انصاف سے کام لیں گے اور اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جائے تو کیا ان کی اطاعت کریں گے؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کر لی جس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں نے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کر لی اور یوں آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ اوّل صفحہ ۲۵۸ تا ۲۶۳، کنز العمال حدیث ۳۶۰۳۵، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۸، طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۳۶ تا ۱۳۷)

سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی:

حضرت سلمہ بن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۳۶)

عمر بن عمیرۃ رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان

غنی رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر سب سے پہلے بیعت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کی اور پھران کے بعد دیگر لوگوں نے بیعت کی۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۳۶)

دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مالِ غنیمت اور اموالِ فیٔ سے باقاعدہ حصہ ملتا تھا۔ (وفاالوفاء جلد چہارم صفحہ ۳۲۴)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فتنوں کے موقع پر مشورہ کرنا:

حضرت زید بن ثابت، حضرت ابواسید ساعدی، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ صورتحال کی سنگینی کا اندازہ لگایا جاسکے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو کہا کہ میں جو کچھ جانتا ہو وہ آپ رضی اللہ عنہ بھی جانتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت پائی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ ان کے داماد ہیں اور یہ شرف حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صورتحال کے متعلق مشورہ کیا اور کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس موقع پر تدبر سے کام لیں۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ اوّل صفحہ ۳۸۲)

شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ۱۸ ذی الحجہ بروز جمعہ ۳۵ ھ کو شہید کیا گیا۔ بوقت شہادت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک بیاسی (۸۲) برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت قریباً بارہ برس ہے۔

روایات کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جسم اطہر تین دن تک آپ

رضی اللہ عنہ کے گھر بے گوروکفن پڑا رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کے اردگرد سازشیوں نے شورش برپا کر رکھی تھی۔ بالآخر آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چوتھے روز حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہم نے ہمت کی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی وہ ان سازشیوں کو سمجھائیں اب تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدفین کرنے دیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سازشیوں کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امام حسن، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم اور دیگر کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جنازہ لاتے دیکھا۔ جنازہ کے ہمراہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کچھ رشتہ دار تھے۔ شرپسندوں نے کوشش کی وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جنازے کو روکیں لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے چند جوانوں کو حکم دیا کہ اگر شرپسند کچھ کرنے لگیں تو ان کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے سب پر شدید رنج کے اثرات ظاہر ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شہادت کی خبر سنتے ہی آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت پر مامور اپنے دونوں بیٹوں حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کو جھڑکتے ہوئے کہا۔

> ”میں نے تمہیں ان کی حفاظت پر مامور کیا اور تمہاری سستی کی وجہ سے انہیں شہید کر دیا گیا۔“

(تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۳۳)

✻......✻......✻

باب چہارم:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا منصب خلافت پر فائز ہونا

حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کے بعد شر پسند مدینہ منورہ میں گھوم رہے تھے۔ اس دوران انصار و مہاجرین کا ایک گروہ حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ؓ کو خلیفہ بننے کا مشورہ دیا۔ آپ ؓ نے خلیفہ بننے سے انکار کر دیا۔ اس دوران حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو خلیفہ بننے کی پیش کش کی گئی لیکن انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ جب کوئی منصب خلافت پر بیٹھنے کو تیار نہ ہوا تو شر پسند پریشان ہو گئے۔ معاملات ان کے ہاتھ سے نکلتے جا رہے تھے اور حضرت عثمان غنی ؓ کو شہید کر کے وہ بڑی غلطی کر چکے تھے۔ ان شر پسندوں میں بیشتر مصری تھے انہوں نے اہل مدینہ سے کہا تم دو دن کے اندر اپنے خلیفہ نامزد کر لو کیونکہ تمہارا حکم امت محمدیہ ﷺ پر نافذ العمل ہے ہم اس خلیفہ کی بیعت کر کے واپس چلے جائیں ورنہ ہم قتل عام کریں گے۔

اہل مدینہ نے شر پسندوں کا اعلان سنا تو ایک مرتبہ پھر حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں خلافت کے لئے قائل کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ ؓ نے منصب خلافت قبول کر لیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۰۰)

محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور پھر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور اب منصب امامت کا آپ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر روئے زمین پر اور کوئی حقدار نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسا شخص موجود ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے قریب ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کسی اور کو اس منصب کے لئے چن لو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کی بیعت ہرگز نہ کریں گے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے تو بیعت مسجد میں ہوگی تاکہ لوگوں پر میری بیعت مخفی نہ رہے اور پھر آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے جہاں مہاجرین وانصار نے آپ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ (تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لے گئے اور ذیل کا خطبہ دیا۔

> "اما بعد! اللہ عزوجل نے ایسی کتاب نازل فرمائی جو لوگوں کو ہدایت دینے والی ہے اور اس کتاب میں ہر قسم کے خیر وشر کو بیان کر دیا گیا ہے پس تمہیں چاہئے کہ تم خیر کو قبول کرو اور شر کو چھوڑ دو، اللہ عزوجل کے فرائض ادا کرو تاکہ وہ تمہیں جنت میں داخل فرمائے۔ اللہ عزوجل نے بے شمار امور کو حرام قرار دیا جو قطعاً پوشیدہ نہیں ہیں اور تمام حرام امور میں سے زیادہ کسی مسلمان کے خون بہانے کو ناپسند فرمایا اور مسلمانوں کو باہم متحد اور خلوص کے ساتھ رہنے کی تلقین کی۔ بلاشبہ مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ

اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ ہے ماسوائے ایسی صورت میں کہ اللہ عزوجل اس کو نقصان پہنچانے کا حکم دے۔ تم موت کی آمد سے قبل عام اور خاص تمام احکامات پر عمل کرو کیونکہ لوگ تمہارے سامنے موجود ہے اور موت تمہارے گرد اپنا گھیرا تنگ کرتی جا رہی ہے اور تم گناہوں سے ہلکے ہو کر موت سے ملو اور لوگ تو ایک دوسرے کے منتظر ہی رہتے ہیں۔ تم لوگ اللہ عزوجل کے بندوں اور اس کے شہروں کی بربادی کے معاملے میں اللہ عزوجل سے خوفزدہ ہو کیونکہ تم سے اس کے متعلق ضرور باز پرس ہو گی حتیٰ کہ چوپایوں اور گھاس پھونس کے متعلق بھی تم سے پوچھا جائے گا۔ اللہ عزوجل کی اطاعت کرو اور اس کا نافرمانی نہ کرو اور جو بھی خیر دکھائی دے اسے قبول کرو اور جو برائی دکھائی دے اسے چھوڑ دو اور وہ وقت یاد کرو جب تمہاری تعداد تھوڑی تھی اور تم زمین پر کمزور تھے۔“

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۲۸، البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۲۹۹ تا ۳۰۰)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنا:

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا اے طلحہ (رضی اللہ عنہ)! اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں، آپ رضی اللہ عنہ اس منصب کے اہل ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ ہی امیر المومنین ہیں۔ پھر حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کر لی۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۲۵)

خلافت مرتضوی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عثمان غنی، حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کی خلافت کی پیشین گوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی مستند احادیث سے یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچتی ہے کہ منصب خلافت کے حقدار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اس منصب کے اہل بلاشبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد اس منصب کے اہل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد منصب امارت کے اہل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین کے موقع پر جب حق و باطل میں گھمسان کی لڑائی جاری تھی اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں بتایئے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسے خلیفہ منتخب کریں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے قائم مقام ہوں گے ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ ہوں گے اور پھر علی رضی اللہ عنہ ہوں گے اور علی رضی اللہ عنہ حشر میں میرے مصاحب ہوں گے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۴۵)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے کناروں سے پکڑ کر بمشکل پیا اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے کناروں سے

پکڑ کر خوب سیر ہو کر پیا اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے کناروں سے پکڑ کر پیا اور جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے اسے کناروں سے پکڑ کر پیا اور وہ ہل گیا اور کچھ پانی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر گر گیا۔

(سنن ابوداؤد باب فی الخلفاء حدیث ۴۶۳۷)

خلفائے راشدین کی خصوصیت بزبانِ رسول اللہ ﷺ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے کیا اور ہجرت کی رات مجھے اپنی اونٹنی پر سوار کیا اور اپنے مال سے بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کروایا۔ اللہ عزوجل عمر رضی اللہ عنہ پر بھی رحم فرمائے وہ حق بات کہنے والے ہیں اگرچہ وہ کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو اور حق نے ان کا یہ حال کر دیا کہ ان کا کوئی دوست نہیں رہا۔ اللہ عزوجل عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی رحم فرمائے کہ فرشتے ان سے حیاء کرتے ہیں اور اللہ عزوجل، علی (رضی اللہ عنہ) تجھ پر بھی اپنا رحم فرمائے کہ تو جدھر رخ کرتا ہے حق ادھر رخ کر لیتا ہے۔ (سنن الترمذی باب فی مناقب علی حدیث ۳۷۱۴، تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ

روایات میں آتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تشریف لے آئے اور آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کیا اور کہا ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت اسی شرط پر کی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بذات خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر دکھ ہے اور میں

کوشش کروں گا کہ جلد از جلد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو گرفتار کروں۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۲۹ تا ۳۰، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۷۷ تا ۳۷۸)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کرنے کے بعد انہیں مشورہ دیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنروں کو برقرار رکھیں اور بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر برقرار رکھیں یہاں تک کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کو کوفہ اور بصرہ کا گورنر نامزد کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے اس مشورے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری پر مجھے اعتراض نہیں لیکن باقی دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر وہ غور کریں گے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ دوراندیش تھے وہ آپ رضی اللہ عنہ کے رویہ سے سمجھ گئے کہ آپ رضی اللہ عنہ عنقریب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معطل کر دیں گے اس لئے انہوں نے اپنے مستقبل کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے وابستہ کر لیا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۱، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۷۸)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اگلے دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گورنروں کو معزول کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موجود تھے انہوں نے جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو انہیں جھڑک دیا اور کہا کہ کل تم نصیحت کر رہے تھے آج تم دھوکہ دے رہے ہو۔ (تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۱ تا ۳۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مشورہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا رویہ دیکھا تو

ان سے پوچھا تم اس معاملہ میں کیا رائے دیتے ہو؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میرے خیال میں تو مناسب یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ چلے جاتے مگر اب ایسا ہونا ممکن نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ان تمام گورنروں کو برقرار رکھیں جنہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھیں تاکہ امورِ سلطنت میں رخنہ نہ آنے پائے۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا نہ کیا تو بنو امیہ یقیناً آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو جائیں گے اور لوگوں کو اس مطالبے پر مجبور کریں گے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص طلب کیا جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات سنی تو فرمایا کہ اگر ایسے حالات پیدا ہوئے تو میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو تلوار کے علاوہ کچھ نہ دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ بہادر ضرور ہیں مگر جنگ میں صائب الرائے نہیں اور کیا آپ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا علم نہیں کہ الحرب الخدعة۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات سنی تو کہا کہ تم سچ کہتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر آپ رضی اللہ عنہ میرے مشورہ پر عمل کریں گے تو میں آپ رضی اللہ عنہ کو اس راستہ کے متعلق بتاؤں گا جس پر آپ رضی اللہ عنہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات سن کر فرمایا کہ مجھ میں تمہاری اور امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی طرح کے خصائل نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ ینبوع چلے جائیں اور دروازہ بند کر لیں اس طرح اہل عرب پریشان ہو جائیں گے اور وہ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو خلافت کا اہل نہیں پاتے۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ رہیں گے تو یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا الزام آپ رضی اللہ عنہ پر لگا دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم وہ کرو جو

میں تمہیں کہہ رہا ہوں میں تمہیں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی جگہ شام کا گورنر بناتا ہوں۔ تم سفر کی تیاری شروع کرو اور فوراً سے بیشتر شام روانہ ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ مناسب نہیں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ)، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار ہیں وہ مجھے شام پہنچتے ہی قتل کروا دیں گے اس لئے مناسب یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ خط و کتابت کریں اور ان سے بیعت لینے کی کوشش کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۲ تا ۳۴، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۷۸ تا ۳۷۹)

عمال کی تقرریاں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تمام گورنروں کو معزول کرتے ہوئے نئی تقرریاں کیں۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یمن کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت عمارہ بن شہاب رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کیا گیا۔

حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ اپنی گورنری کا پروانہ لے کر ملک شام روانہ ہوئے تو راستے میں ان کی ملاقات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چند سواروں سے ہوئی جن کے پوچھنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھے ملک شام کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔ ان سواروں نے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو دھمکی دی کہ اگر تمہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی نے گورنر مقرر کیا ہے تو بہتر یہی ہے کہ واپس چلے جائیں چنانچہ حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ واپس مدینہ منورہ آ گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔

حضرت عمارہ بن شہاب رضی اللہ عنہ جب کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں

ان کی ملاقات حضرت طلحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حضرت طلحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمارہ بن شہاب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔ حضرت طلحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ کیونکہ اہل کوفہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو گورنر ماننے پر تیار نہیں ہیں اور اگر تم واپس نہیں گئے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ حضرت عمارہ بن شہاب رضی اللہ عنہ بھی اس واقعہ کے بعد واپس پلٹ گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام حالات و واقعات سے آگاہ کیا۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور ایلہ کے مقام پر ان کا سامنا کچھ سواروں سے ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ ہوں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قاصد ہوں۔ ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو جانے دیا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ مصر پہنچے اور مصر کے کچھ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی جبکہ کچھ لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان تمام حالات سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بذریعہ مکتوب آگاہ کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حالات دیکھے تو آپ رضی اللہ عنہ کو حالات کی سنگینی کا اندازہ ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو جان لیا کہ حالات نہایت آسانی سے قابو میں نہیں آنے والے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط حضرت معبد اسلمی رضی اللہ عنہ کے ذریعے روانہ کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے روانہ کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خط کا فوراً جواب دیتے ہوئے لکھا کہ اہل کوفہ نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور انہوں نے

یہ بیعت اپنی مرضی اور خوشی سے کی ہے۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۲ تا ۳۴، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۷۸ تا ۳۷۹)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاصد:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو خط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب لکھا تھا اس کے جواب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خاص قاصد کے ہاتھ ایک لفافہ بھیجا۔ اس قاصد نے وہ لفافہ جب آپ رضی اللہ عنہ کو دیا اور انہوں نے کھول کر دیکھا تو وہ خالی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاصد بہت ہوشیار تھا اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے امان طلب کر لی۔ قاصد نے کہا کہ ملک شام میں کوئی بھی آپ رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت نہ کرے گا کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خون آلود قمیص جامع مسجد دمشق کے منبر پر رکھی ہے اور ان لوگوں نے عہد کیا ہے کہ جب تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصاص نہیں لیں گے ان کی تلواریں نیام میں واپس نہیں جائیں گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قاصد کی بات سننے کے بعد فرمایا: وہ لوگ مجھ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص مانگتے ہیں اللہ کی قسم! میں اس خون سے بری الذمہ ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جواب کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاصد واپس شام روانہ ہو گیا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۹ تا ۴۰، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۸۰)

طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کا اجازت طلب کرنا:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ انہیں عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ جانے دیا جائے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی۔ اس دوران ان دونوں حضرات کی جانب سے قصاص کا مطالبہ باقاعدہ جاری تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی شام سے واپسی کے بعد شام پر فوج کشی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اہل مکہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے مخالفت کی جس پر آپ رضی اللہ عنہ نے شام پر چڑھائی کا فیصلہ منسوخ کر دیا اور مکہ مکرمہ روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۴۱، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۸۱)

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جانبدار رہنے کا فیصلہ:

روایات میں آتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس رویہ کے خلاف شام پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا جب دو مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکرانے لگی تھیں۔ بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس موقع پر غیر جانبدار رہے ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے بھی اس جنگ میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ (تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۴۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق غلط فہمی:

اس نازک موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا تاکہ ان سے مشورہ کر سکیں لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم وہی کریں گے جو اہل مدینہ کریں گے۔ اس کے بعد یہ افواہ مشہور ہو گئی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شام روانہ ہو گئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو شام جانے والے راستوں کی ناکہ بندی کروا دی۔ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں وہ حاضر ہوئیں اور انہوں نے

اس غلط فہمی کو ختم کیا اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ عمرہ کی غرض سے تشریف لے گئے ہیں۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۴۳ تا ۴۴، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۸۱)

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

روایات میں آتا ہے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اس نازک موقع پر اپنے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اس نازک صورتحال میں آپ رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھے رہیں اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۴۱)

شام پر لشکر کشی کا ارادہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب شام پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہما کو بلایا اور انہیں جھنڈا عطا کیا اور میمنہ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا جبکہ میسرہ پر عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا اور ابولیلیٰ بن عمر بن الجراح رضی اللہ عنہما کو ہر اوّل دستے پر مقرر کیا اور مدینہ منورہ میں حضرت قُسم بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنا نائب مقرر کیا اور اس دوران حضرت قیس بن سعد، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہم کو بھی مکتوب تحریر کیے اور انہیں شام پر لشکر کشی کا حکم دیا مگر پھر حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے شام پر لشکر کشی کا ارادہ منسوخ کر دیا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۴۲)

* * *

باب پنجم:

مسلمانوں کے دو گروہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ناگہانی واقعہ کے بعد اب امت مسلمہ دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ ایک گروہ وہ تھا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرتا تھا جبکہ دوسرا گروہ وہ تھا جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کر لی تھی البتہ پہلے گروہ میں بھی وہ لوگ شامل تھے جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی مگر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مطالبے پر قائم تھے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ تھا کہ میں اس معاملہ میں فی الحال معذور ہوں کیونکہ قاتلوں کی نشاندہی ابھی تک نہیں ہوئی اور جب تک قاتلوں کی نشاندہی نہیں ہوگی میں کیسے کسی کے خلاف کوئی کاروائی کر سکتا ہوں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قصاص کا مطالبہ:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وقت حج کی غرض سے مکہ مکرمہ میں موجود تھیں آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مکہ مکرمہ سے واپسی پر سرف کے مقام پر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس خبر کو سنتے ہی فرمایا۔

> ”شر پسندوں نے وہ خون بہایا جسے اللہ عزوجل نے حرام قرار دیا۔ شر پسندوں نے اس مقدس شہر کی حرمت کو داغدار کیا جو حضور

> نبی کریم ﷺ کی قیام گاہ تھا اور انہوں نے اس مہینے میں خون بہایا جس میں خون بہانا منع تھا اور انہوں نے وہ مال لوٹا جس کا لینا ان کے لئے کسی طور جائز نہ تھا۔‘‘

اس خبر کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ واپس لوٹ گئیں۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہا کی سواری کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کے اس مجمع عام سے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

> ’’عثمان (رضی اللہ عنہ) ناحق شہید کر دیئے گئے اور میں عثمان (رضی اللہ عنہ) کے خون کا بدلہ لوں گی اس لئے تم لوگ بھی اپنے خلیفہ کا خون رائیگاں نہ جانے دو اور قاتلوں سے قصاص لے کر اسلام کی حرمت قائم رکھو۔ اللہ کی قسم! عثمان (رضی اللہ عنہ) کی انگلی باغیوں کے تمام عالم سے بہتر ہے۔‘‘

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عبداللہ بن عامر حضرمی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جوشیلی باتوں کو سنا تو کہا۔

> ’’عثمان (رضی اللہ عنہ) کے خون کا بدلہ لینے والا پہلا میں ہوں۔‘‘

اس دوران حضرت سعید بن العاص اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہم بھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم جب مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے بھی مدینہ منورہ کے حالات بیان کئے۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات کو بھی اپنے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے والوں کی ایک زبردست

جمعیت مکہ مکرمہ میں تیار ہو گئی۔

(تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۸۱ تا ۳۸۲، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۴۵ تا ۴۸)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بصرہ روانگی:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ شروع کیا تو کچھ نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہا شام چلی جائیں۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغیوں کو روکنے کے لئے کافی ہیں لہٰذا ہمیں بصرہ چلے جانا چاہئے اور بصرہ کے لوگ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے حامی ہیں۔ ہم اہل بصرہ کے ساتھ مل کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کریں گے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس مشورہ کو پسند کیا اور حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم بھی آپ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ بصرہ روانہ ہوئے۔ اس موقع پر یہ اعلان بھی کیا گیا کہ وہ لوگ جو دین اسلام کے خیر خواہ ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں وہ اس قافلے میں شامل ہو جائیں جن کے پاس سواری نہیں ہے انہیں سواری فراہم کی جائے گی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب بصرہ کی جانب سفر شروع کیا تو ان کے قافلے میں ڈیڑھ ہزار لوگ شامل تھے۔ بصرہ کے گورنر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے کوشش کی کسی طرح آپ رضی اللہ عنہا واپس لوٹ جائیں لیکن وہ اپنی ان تمام کوششوں میں ناکام رہے۔ البتہ ان کی ان کوششوں کا یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ آپ رضی اللہ عنہا کا لشکر دو گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک وہ تھا جو آپ رضی اللہ عنہا کے مؤقف کو درست تسلیم کرتا تھا اور دوسرا وہ تھا جو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے مؤقف کو درست تسلیم کرنے لگا تھا۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہا بصرہ سے واپس جانے کو تیار نہیں ہیں تو انہوں نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی جس میں

انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ اس مقابلے میں قیدی بنا لئے گئے۔ اب بصرہ پر آپ رضی اللہ عنہا کا قبضہ ہو چکا تھا۔

(تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۸۲ تا ۳۸۶، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۵۱ تا ۷۴)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ردِعمل:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بصرہ پر قبضہ کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابوبکر اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہم کو ایک مکتوب کے ہمراہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا تاکہ ممکنہ جنگ کی صورت میں وہ ان کے ساتھ تعاون کریں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس مکتوب کو ملنے کے بعد تعاون سے انکار کر دیا اور کہا کہ جنگ کے لئے نکلنا دنیا کی راہ ہے اور خاموشی سے بیٹھے رہنا آخرت کی راہ ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان درحقیقت کوفہ والوں کا بیان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر جنگ کرنی ہے تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والوں سے کی جائے کہ انہوں نے ناحق انہیں شہید کیا۔ محمد بن ابوبکر اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہم نے واپس جا کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے موقف سے آگاہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت مالک بن اشتر رضی اللہ عنہم کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا لیکن یہ حضرات بھی انہیں قائل کرنے میں ناکام رہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ایک ہی جواب تھا کہ جب تک یہ فتنہ ختم نہیں ہو جاتا میں خاموش رہنے میں عافیت سمجھتا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۱۱)

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی سفارت کاری:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دوسرے وفد کی ناکامی کے بعد اپنے بیٹے

حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جس وقت یہ دونوں کوفہ پہنچے اس وقت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جامع مسجد کوفہ میں لوگوں سے خطاب کر رہے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فتنہ کے متعلق بتایا تھا وہ آ گیا ہے تم اپنے ہتھیار ضائع کر دو اور گوشہ نشین ہو جاؤ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فتنوں کے موقع پر سونے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اس وقت مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو سلام کرنے کے بعد ان سے گفتگو کا آغاز کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے عثمان (رضی اللہ عنہ) کی مدد نہیں کی اور فاجر ہو گئے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے جب بات سنی تو انہیں غصہ آ گیا۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے مداخلت کی اور فرمایا ہمارا مقصد صرف اصلاح کرنا ہے اور لوگوں نے اس بارے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا، امیر المومنین امت کی بہتری کے کاموں میں کسی سے خوف کھانے والے نہیں ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو کہا کہ میرے ماں باپ آپ رضی اللہ عنہ پر قربان آپ رضی اللہ عنہ صحیح کہتے ہیں تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور بھائی کا خون اور مال حرام ہے۔

اہل کوفہ چونکہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی عزت کرتے تھے اور انہیں آپ رضی اللہ عنہ سے دلی رغبت تھی اس لئے وہ آپ رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

> ”اے لوگو! ہماری اس دعوت کو قبول کرو اور ہماری فرمانبرداری کرو جب ہم مصیبت میں مبتلا ہوں تو ہماری مدد کرو، امیر المومنین کہتے ہیں اگر ہم مظلوم ہیں تو ہماری حمایت کرو اور اگر ظالم ہیں

تو ہم سے اپنا حق وصول کرو۔"

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر اہل کوفہ کے دل نرم ہو گئے اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ساڑھے نو ہزار لوگوں کا ایک لشکر لے کر ذی وقار پہنچے جہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ اس وقت قیام پذیر تھے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۱۱ تا ۳۱۳، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۸۵ تا ۹۳)

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی کاوش:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اگرچہ بصرہ پر قبضہ کر چکی تھیں مگر پھر بھی بصرہ میں تین واضح گروہ تھے۔ اوّل وہ جو غیر جانبدار تھا، دوم وہ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حامی تھا اور سوم وہ جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حامی تھا۔ جو گروہ غیر جانبدار تھا اس نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں لڑائی کا خطرہ بڑھ رہا ہے تو انہوں نے مصالحت کی کوششیں شروع کر دیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا تاکہ وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بات کریں تاکہ معاملات بخوبی طے پا جائیں۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا مؤقف سنا۔ حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم کا مؤقف بھی وہی تھا جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے ان کے مؤقف کی تائید کی اور کہا کہ آپ حضرات کا طریقہ غلط ہے آپ حضرات نے بصرہ کے چھ سو افراد کو قتل کر دیا حالانکہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتل نہیں تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ سے کہا اس معاملہ میں تمہارا کیا مشورہ ہے؟ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''آپ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور ہمارے لئے خیر کا باعث ہیں آپ رضی اللہ عنہا ہمیں خیر کی نعمت سے محروم نہ کریں اور مصالحت سے کام لیں ہم انشاء اللہ العزیز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص ضرور وصول کریں گے۔''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی بات کو پسند کیا اور فرمایا کہ میں تمہاری بات ماننے کے لئے تیار ہوں تم علی (رضی اللہ عنہ) کو بھی آمادہ کرو۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کا جواب سنا تو کہا کہ مجھے یقین ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس کو قبول کریں گے اور انہیں کچھ اعتراض نہ ہوگا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۱۳ تا ۳۱۴، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۳، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۹۲ تا ۳۹۳)

ابن سبا کی شرانگیزی:

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی مصالحتی کوششوں کو کامیاب ہوتے دیکھ کر ابن سبا نے سوچا کہ اگر ان دونوں گروہوں کے درمیان صلح ہوگئی تو یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی تلاش شروع کر دیں گے اور پھر انہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اس نے اس صلح کو ناکام بنانے کے لئے منصوبہ تیار کیا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ رات کی تاریکی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر پر شب خون ماریں۔ ابن سبا کے ساتھیوں نے رات کی تاریکی میں جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر پر شب خون مارا تو وہ سمجھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور انہوں نے حملہ کر دیا۔ ابن سبا اور اس کے رفقاء کی منافقانہ سوچ کامیاب ہوئی اور مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی۔

(تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۹۳)

جنگ جمل:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے لڑائی میں شدت دیکھی تو اپنے لشکر کو روکنے کی کوشش شروع کی تا کہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے پائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے لشکر کو روکنے کی کوشش کی لیکن اس دوران جنگ وسیع پیانے پر پھیل چکی تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے میری مخالفت میں یہ کیا اب تم اللہ کو کیا جواب دو گے؟ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں اور کیا میرا خون تم پر اور تمہارا خون مجھ پر حرام نہیں ہے؟ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش نہیں کی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے اور اللہ کی لعنت ہو عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں پر۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کے بعد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا اور فرمایا اے ابوعبداللہ (رضی اللہ عنہ)! کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم علی (رضی اللہ عنہ) کو دوست رکھتے ہو؟ تم نے کہا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں علی (رضی اللہ عنہ) کو دوست رکھتا ہوں۔ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا اے ابوعبداللہ (رضی اللہ عنہ)! تم ایک دن اس سے ناحق لڑو گے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوالحسن (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ یہ بات مجھے مدینہ منورہ میں یاد کروا دیتے تو میں ہرگز جنگ کے لئے نہ نکلتا۔ پھر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے جنگ سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی جنگ سے علیحدہ ہونے کا حکم دیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تنہا بصرہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک بدبخت عمرو بن جرموز آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے وجہ دریافت کی تو کہنے لگا کہ مجھے ایک شرعی مسئلہ کے متعلق دریافت کرنا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نماز کی ادائیگی کے بعد تمہیں جواب دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہوئے تو اس بدبخت نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر، گھوڑا، تلوار اور زرہ لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ جب اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملنے کی اجازت طلب کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بدبخت کو دوزخ کی بشارت کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دو۔

عمرو بن جرموز جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی تلوار دیکھ کر فرمایا اے بدبخت! یہ وہ تلوار ہے جو ایک عرصہ تک حضور نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرتی رہی۔ عمرو بن جرموز نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو وہی تلوار اپنے پیٹ میں مار کر خودکشی کر لی۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ سے رخصت ہوئے تو حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا بھی جنگ کا ارادہ متزلزل ہو گیا۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہ جنگ سے علیحدہ ہونے کے متعلق سوچ رہے تھے کہ مروان بن حکم نے زہر میں بجھا ہوا تیر آپ رضی اللہ عنہ کو مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو شدید زخمی حالت میں بصرہ لے جایا گیا جہاں آپ رضی اللہ عنہ زہر کی شدت اور خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم کے بعد میدانِ جنگ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے صرف چند جانثار ہی باقی رہ گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا زرہ پوش تھیں اور اپنے جانثاروں کی حوصلہ افزائی کر رہی تھیں۔ ابن

سبا نے کئی مرتبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہا پر تیروں کی بارش کی مگر آپ رضی اللہ عنہا کے جانثار اپنی جانوں کا نذرانہ دیتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہا کی حفاظت فرماتے رہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ جو کہ آپ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کے حکم پر اعلان کیا کہ ہمیں قرآن کا فیصلہ منظور ہے تم بھی قرآن کا فیصلہ منظور کر لو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کرتے ہوئے قریباً چار ہزار جانثاروں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب محسوس کیا کہ جنگ میں کمی آنے کی بجائے اس میں شدت آتی جا رہی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ خود آگے بڑھے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں جس سے اونٹ نیچے گر پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ اپنی ہمشیرہ کو بحفاظت یہاں سے نکالیں۔ محمد بن ابوبکر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اٹھایا اور عماری کے مقام پر لے گئے جہاں کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے میدانِ جنگ سے نکلنے کے بعد جنگ کی شدت آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو گئی۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۲۳ تا ۱۵۲، البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۲۱۷ تا ۲۳۲، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۹۳ ۔ ۳۹۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات:

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مزاج پرسی کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حال دریافت کیا۔ پھر دونوں فریقین کے درمیان صلح کا معاہدہ طے پایا گیا۔ ام المومنین حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ میں قیام چند روز تک رہا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ محمد بن ابوبکر اور بصرہ کی چند دیگر خواتین کے ہمراہ مدینہ منورہ روانہ کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس قافلے کو رخصت کرنے کے لئے چند میل کے فاصلے پر واقع ایک منزل تک خود گئے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کو اگلی منزل تک اس قافلے کے ہمراہ روانہ کیا۔

(تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۱، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۱، البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۵)

جنگ جمل میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت:

جنگ جمل اسلامی تاریخ کو وہ انتہائی افسوسناک پہلو ہے جس میں پہلی مرتبہ دو مسلمان گروہ آپس میں مدمقابل ہوئے اور ابن سبا اور اس کے ساتھیوں کی سازش کامیاب ہوئی اور اس جنگ کے نتیجے میں کئی اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جن میں حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں دس ہزار کے قریب مسلمان شہید ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲۶ تا ۳۲۷، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۴۰۲، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۵۸)

✠……✠……✠

مرکز کی تبدیلی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے اختتام کے بعد بصرہ روانہ ہوئے جہاں لوگ جوق در جوق آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کے لئے حاضر ہونے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا اور خود کوفہ تشریف لے گئے۔ اہل کوفہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو قصر امارت میں ٹھہرانے کا اہتمام کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اس میں رہنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان عالیشان عمارتوں کو نگاہ حقارت سے دیکھا ہے اور مجھے بھی ایسی پرتکلف رہائش گاہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک میدان میں خیمہ لگوایا اور وہیں قیام کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ جامع مسجد کوفہ میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں مرکز کی تبدیلی کا حکم جاری کیا اور مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ کو دارالخلافہ مقرر کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ اب امور خلافت مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ سے انجام دیئے جائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر انتظامی امور میں کئی تبدیلیاں کیں۔ مدائن میں یزید بن قیس کو گورنر مقرر کیا۔ خراسان میں خلید بن کاس کو گورنر مقرر کیا۔ موصل اور شام سے ملحقہ دیگر علاقوں میں اشتر نخعی کو گورنر مقرر کیا جبکہ اصفہان میں محمد بن سلیم کو گورنر کے عہدے پر فائز کیا۔ مصر کا گورنر حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا۔ حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی ذہانت

اور بہترین حکمت عملی کے باعث اہل مصر کو اس بات پر قائل کرلیا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کریں چنانچہ کچھ ہی عرصہ میں خربتہ کے علاوہ دیگر تمام مصری قبائل نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیا جبکہ خربتہ نے یقین دلایا کہ وہ امورِ خلافت میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کریں گے تاہم ان پر بیعت کے لئے زور نہ ڈالا جائے۔ حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سننے کے بعد ان پر دباؤ ڈالنا مناسب نہ سمجھا تاکہ حالات قابو میں رہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے مرکز کی تبدیلی کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرتے وقت منافقین کی جانب سے حرم نبوی ﷺ کی توہین کی گئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس مذہبی وعلمی مرکز کو بچانے کے لئے مرکز تبدیل کیا۔ اس تبدیلی کا یہ فائدہ آئندہ برسوں میں یوں ہوا کہ پھر جب کبھی اختلافات پیدا ہوئے تو مدینہ منورہ پر ان اختلافات کا کچھ اثر نہ پڑا اور مدینہ منورہ انقلابِ زمانہ کے ہاتھوں محفوظ رہا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۳۴، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۶۷ تا ۱۶۸)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیس رضی اللہ عنہ کو خط:

گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب قاصد بھیجا کہ وہ ان کی بیعت کریں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار دیا۔ پھر جنگ جمل جیسا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ جنگ جمل کے اختتام پر آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہ شام پر چڑھائی نہ کردیں۔ اس دوران اہل مصر نے آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا شدید خطرہ لاحق ہوگیا کہ اب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ اور مصر دونوں جانب سے شام پر حملہ

کردیں گے چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا اور ان سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں اس لئے وہ ان کی مدد کریں۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۶۹)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں لکھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی بھی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں ملوث نہیں اور جب سب لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر رہے ہیں تو وہ اور اہل شام بھی ان کے دست حق پر بیعت کریں تاکہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی صاف و شفاف تحقیقات میں پیشرفت ہو سکے۔ (تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۰)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا خط:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا جواب ملا تو انہوں نے ایک دھمکی آمیز خط حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا جس میں انہیں دھمکی دی گئی کہ اگر انہوں نے ان کا ساتھ نہ دیا تو وہ مصر پر چڑھائی کر دیں گے۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۷۰)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا جوابی خط:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے جواباً تحریر کیا کہ میں تمہاری دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں اور اگر اللہ عزوجل نے چاہا تو جلد تمہیں خود اپنی جان بچانا مشکل ہو جائے گی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا تو تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ اگر وہ مصر پر حملہ کرتے تھے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ

سے شام پر حملہ آور ہو جاتے تھے اس لئے ایسی صورت میں ملک شام پر ان کا قبضہ برقرار نہ رہتا چنانچہ انہوں نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ پر اپنا دباؤ جاری رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً مزید کئی خطوط لکھے۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس خط و کتابت کی خبر اپنے مخبروں کے ذریعے ہوگئی۔ اس دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کی اطاعت کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ خربتہ والوں کو بیعت پر قائل کریں اور اگر وہ بیعت نہ کریں تو پھر ان سے سختی سے پیش آیا جائے۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی دوراندیشی کی بنیاد پر اس حکم پر فوری عمل کرنا مناسب نہ سمجھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جواباً تحریر فرمایا کہ خربتہ والوں کی آبادی قریباً دس ہزار ہے اور یہ سب جنگجو ہیں اس لئے ایسے وقت میں ان کے ساتھ سخت رویہ رکھنا نامناسب ہے اور ہمارے لئے نقصان کا باعث ہوگا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا جواب ملا تو کچھ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے بدظن کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے یہ افواہیں بھی تیزی سے سرگرم ہوگئیں کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مل چکے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو چونکہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے مقام کا علم تھا اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور انہیں فوراً مدینہ منورہ جانے کا حکم دیا۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد محمد بن ابوبکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا گیا۔ (تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۲)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ پہنچے تو مدینہ منورہ کے گورنر مروان بن حکم نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو سخت اذیتیں دیں جس پر حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کوفہ چلے گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا ان کے گوش گزار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی تمام باتوں کو غور سے سنا اور ان کو اپنا مشیر خاص مقرر کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی کوفہ جانے اور آپ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص مقرر ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے ایک خط مروان بن حکم کو لکھا جس میں اسے کہا کہ مجھے یہ بات گوارہ تھی کہ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدد ایک لاکھ سپاہیوں سے کرتا نہ کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو دوبارہ ان کی خدمت میں جانے دیتا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۷۴ تا ۱۷۵)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی دمشق روانگی:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر کی جانب سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ جائز تھا مگر ان لوگوں نے بجائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے کے ان کے خلاف محاذ شروع کر دیا جس کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص کی وصولی کا معاملہ لٹک گیا اور مسلمانوں دو گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہو گئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے محاصرہ کے وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے وہ ان باغیوں کے شر کی وجہ سے مدینہ منورہ سے فلسطین چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادے محمد اور عبداللہ بھی تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آپ رضی اللہ عنہ کو فلسطین میں ہی ملی جہاں سے آپ رضی اللہ عنہ دمشق چلے گئے۔ پھر جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ

بننے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انکار کا آپ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ انہیں کیا کرنا چاہئے؟ عبداللہ نے جواب دیا کہ ہمیں اس وقت گھر میں بیٹھا رہنا چاہئے یہاں تک کہ مسلمان کسی ایک پر متفق نہیں ہو جاتے۔ محمد نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کا شمار عرب کے سرداروں میں ہوتا ہے یہ مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہوگا جب تک آپ رضی اللہ عنہ اس میں مداخلت نہ کریں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں کا جواب سننے کے بعد کہا کہ عبداللہ نے مجھے اس بات کا مشورہ دیا جس میں آخرت کی بھلائی ہے جبکہ محمد نے مجھے اس بات کا مشورہ دیا جس میں دنیا کی بہتری ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور انہیں اپنے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی اور ہر معاملہ میں ان کا ساتھ دینے کا عہد کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جانب سے حمایت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مطالبہ کو دہرانا شروع کر دیا اور لوگوں کی حمایت حاصل کرنے لگے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کو ہدایت کی کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خون آلود قمیص اور حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیاں لے کر ملک شام کے کونے کونے میں جائیں اور لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لیں۔ حالات مزید خراب ہونا شروع ہو گئے اور ایک بہت بڑی جنگ کا پیش خیمہ بننے لگے۔ اس دوران منافقین نے بھی اپنی سازشیں جاری رکھیں اور مسلمانوں کے دونوں گروہوں کے درمیان موجود اس تنازعہ کو بڑھانا شروع کر دیا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۷۸ تا ۱۷۹، تاریخ ابن خلدون جلد اول صفحہ ۳۰۴ تا ۳۰۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مکتوب بنام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب لکھا جسے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ لے کر ملک شام روانہ ہوئے۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ اس وقت دربار میں بیٹھے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا مکتوب با آوازِ بلند خود پڑھا۔

> "تمام حمد و ثناء اللہ عزوجل کے لئے ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار درود و سلام! اما بعد! تم اور تمہاری اطاعت کرنے والوں پر لازم ہے وہ میری بیعت کریں کیونکہ انصار و مہاجرین نے مجھے متفقہ طور پر خلیفہ تسلیم کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی انصار و مہاجرین کی متفقہ رائے پر خلیفہ بنے تھے پس تم بھی میری بیعت کے لئے آمادہ ہو۔ تم مجھ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کرتے ہو تم میری بیعت کرو اور مجھ سے مل کر ضابطہ طے کرو تاکہ میں اللہ کی کتاب اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کر سکوں، تم نے جو روش اپنائی ہے وہ کسی دھوکہ سے زیادہ نہیں۔"

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۲)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جوابی مکتوب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس مکتوب کے جواب میں اپنے پچھلے موقف کو دہرایا اور حسبِ معمول کہا کہ پہلے حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے حوالے کیا جائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا خط ابومسلم کے ہاتھ بھیجا جس میں تحریر تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں گے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ علم و فضل میں ہم سے اعلیٰ و افضل ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس خط کو پڑھا اور ابومسلم سے فرمایا کہ اس کا جواب وہ کل دیں گے۔ اگلے روز جب ابومسلم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو دس ہزار مسلح افراد موجود تھے جنہوں نے باآوازِ بلند کہا ہم عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتل ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابومسلم سے فرمایا تم دیکھ رہے ہو کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں پر میرا کتنا اختیار ہے تم امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے کہو وہ اپنا مطالبہ چھوڑ دیں کیونکہ میں عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قتل یا کسی قسم کی سازش میں ملوث نہیں ہوں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس معاملہ کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ملک شام کے گورنر تھے جہاں انہوں نے اپنے قدم اتنے مضبوط کر لئے تھے کہ اہل شام ان کے ساتھ ہر مشکل سے مشکل وقت میں بھی چلنے کو تیار تھے۔ اس کے علاوہ بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے کے مخالف تھے وہ بھی ملک شام آ گئے۔ ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبیداللہ بن عمر اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ اس کے علاوہ وہ اموی گورنر جنہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے معزول کر دیا تھا وہ سب بھی ملک شام میں جمع ہو گئے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی سیاسی بصیرت کی وجہ سے ان حضرات کو اپنا ہمنوا بنا لیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۳۲ تا ۳۳۳)

……

جنگ صفین

جب سفارتی کوششیں ناکام ہوگئیں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ سے ایک لشکر لے کر آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں قائم مقام فرمایا اور خود اسی ہزار کا ایک لشکر لے کر کوفہ سے روانہ ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ستر اصحاب بدر اور سات سو صحابہ وہ تھے جو بیعت رضوان کے وقت موجود تھے شامل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت زیاد بن نصر اور حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہم کی قیادت میں بارہ ہزار سپاہیوں کے ایک لشکر کو مقدمۃ الجیش کی جانب پیش قدمی کرنے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا کہ اس وقت تک جنگ نہ کرنا جب تک وہ پہل نہ کریں اور انہیں صلح کی دعوت دیتے رہنا اور ان کے زیادہ نزدیک نہ جانا جس سے وہ گمان کریں کہ شاید تم جنگ کرنے آئے ہو اور نہ اس قدر دور رہنا کہ وہ سمجھیں کہ تم بزدل ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باقی لشکر کے ہمراہ نخیلہ کے راستے مدائن پہنچے اور مدائن میں حضرت مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کرنے کے بعد حضرت معقل بن قیس رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں تین ہزار سپاہیوں کے لشکر کو آگے روانہ کیا اور خود باقی لشکر کے ہمراہ دریائے فرات کو عبور کرنے کے بعد ملک شام کی سرحد میں داخل ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس دوران اپنے لشکر کے ہمراہ پہلے ہی دریائے

فرات کے کنارے صفین کے میدان میں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے دریائے فرات کے پانی پر بھی قبضہ کرلیا اور اپنی مورچہ بندی اس طریقے سے کی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب صفین پہنچیں تو انہیں پانی کے حصول میں دشواری کا سامنا ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب اپنے لشکر کے ہمراہ صفین پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجیں پہلے ہی پانی پر قبضہ کر چکی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جیسے بھی ہو پانی پر قبضہ کیا جائے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے پانی کی جانب پیش قدمی کی جہاں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر پر تیروں کی بارش شروع کردی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پانی پر قبضہ کرلیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر پر کوئی پابندی نہ لگائی بلکہ انہیں پانی کے استعمال کی باقاعدہ اجازت دی گئی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقدام پر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے جنگ نہ ہوگی اور دونوں فریقین میں صلح ہو جائے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بشیر بن عمرو بن محصن انصاری، حضرت زید بن قیس، حضرت عدی بن حاتم، حضرت زیاد بن حفصہ اور حضرت شیث بن ربعی رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک وفد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ دونوں گروہوں کے مابین صلح ہو جائے۔

حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچایا کہ وہ تفریق سے باز رہیں تاکہ خونریزی نہ ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اپنے امیر کو اس کی نصیحت کرو۔ حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا وہ ایسا ہرگز نہیں چاہتے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارا اس بات سے کیا مطلب ہے؟

حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا وہ سابق الاسلام ہیں اور انہوں نے حضور نبی کریم

ﷺ کی صحبت پائی، وہ حضور نبی کریم ﷺ کے داماد ہیں اور ہم سب میں خلافت کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارا مطلب کیا ہے؟ حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ تمہیں حق کی دعوت دیتے ہیں تم ان کی دعوت قبول کرلو تاکہ امت مسلمہ یوں منتشر نہ ہو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا مطلب ہے کہ تم چاہتے ہو کہ میں عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قصاص کے مطالبہ سے دستبردار ہو جاؤں؟

حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا معاویہ (رضی اللہ عنہ)! تم عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قتل کا قصاص کمینوں کے ذریعے مانگتے ہو ہم تمہاری غرض جانتے ہیں اس لئے تمہیں اللہ کا خوف دلاتے ہیں تم اپنے ذہن سے ان فاسد خیالات کو نکال دو اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر کہا اے بشیر (رضی اللہ عنہ)! تم یہاں سے لوٹ جاؤ تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار ہے جو حق کا فیصلہ کرے گی۔

یوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے بھیجا گیا وفد ناکام لوٹ آیا اور اب یوں محسوس ہوتا تھا کہ مسلمانوں کے ان دونوں گروہوں کے مابین جنگ کو کوئی نہیں ٹال سکتا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ایک مرتبہ پھر دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنگ کو ٹالنے کی ایک اور کوشش کی اور ایک اور وفد حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا اے معاویہ (رضی اللہ عنہ)! تم امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کرلو تمہاری بیعت کے بعد مسلمان پھر سے متحد ہو جائیں گے۔ وہ تلوار جو کبھی باطل کے لئے اٹھتی

تھی اب وہ مسلمانوں کے لئے اٹھ رہی ہے۔ اگر تم نے بیعت سے انکار کیا تو پھر تمہارے ساتھ بھی وہی پیش آ سکتا ہے جو جمل والوں کو پیش آیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بات سن کر کہا کہ اے عدی (رضی اللہ عنہ)! تم صلح کے لئے آئے ہو یا لڑنا چاہتے ہو؟ تم نہیں جانتے میں حرب کا بیٹا ہوں اور میں لڑائی سے خوفزدہ نہیں۔ تم بھی عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں میں سے ہو اور عنقریب اللہ تمہیں قتل کرائے گا۔

اس تلخ ماحول کو دیکھتے ہوئے حضرت یزید بن قیس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا کہ ہم لوگ سفیر بن کر آئے ہیں اور ہمارا کام تمہیں نصیحت کرنا تھا۔ اس کے بعد ان کے درمیان ایک مرتبہ پھر تلخ کلامی ہوگئی اور یوں تمام سفارتی کوششیں آہستہ آہستہ دم توڑتی چلی گئیں۔

امت مسلمہ کے ان دونوں گروہوں کے مابین یہ سفارتی کوششیں قریباً تین ماہ تک جاری رہیں مگر کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر ختم ہوگئیں۔ یوں یکم صفر المظفر ۳۷ھ کو دونوں فریقین باقاعدہ ایک دوسرے کے مدمقابل آئے اور جنگ کا آغاز ہوا۔ جنگ نے آہستہ آہستہ شدت اختیار کرنا شروع کر دی یہاں تک کہ ساتویں دن میں داخل ہوگئی اور اس دوران بے شمار مسلمان اپنی جان سے گئے۔ جنگ کا ساتواں دن جسے تاریخ میں ''لیلۃ الہریر'' کہا جاتا ہے اس دن میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان مارے گئے اور ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں قریباً ستر ہزار مسلمان مارے گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر کا پلہ جنگ میں بھاری تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کا اندازہ کر لیا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو شکست دینا ان کے بس کی بات نہیں اس لئے انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا جس پر اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ نیزوں پر قرآن مجید اٹھا کر میدانِ جنگ میں داخل ہوں اور

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر با آوازِ بلند اعلان کرنے لگا اے عربو! اپنے بچوں اور عورتوں کو رومیوں اور ایرانیوں کی یلغار سے بچانے کی تدبیر کرو اگر ہم ختم ہو گئے تو رومی اور ایرانی ہم پر قابض ہو جائیں گے۔ قرآن مجید ہم سب کے لئے محترم ہے اس لئے اس کا حکم مان لو اور اس کا فیصلہ قبول کرلو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس موقع پر اپنے لشکر سے فرمایا یہ شامیوں کی ایک چال ہے چنانچہ اشتر نخعی جو اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم پر لشکر کی قیادت کر رہا تھا اس نے شامیوں پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔

اس موقع پر ابن سبا منافق اپنے سرکردہ ساتھیوں کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ رضی اللہ عنہ اشتر نخعی کو واپس بلا لیں اور جنگ بندی کا اعلان کریں وگرنہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو ہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۳۳ تا ۳۵۸، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۱۸۳ تا ۲۳۱، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۴۰۹ تا ۴۲۰)

جنگ بندی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر فتنہ کا دروازہ کھل چکا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کو میدانِ جنگ سے واپس بلا لیا چنانچہ اشتر نخعی کے واپس آنے پر جنگ ختم ہو گئی۔

اشتر نخعی کی واپسی کے بعد حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا امیر المومنین! لوگوں نے قرآن مجید کو حکم مان لیا ہے اور جنگ بند ہو چکی ہے اس لئے اگر آپ رضی اللہ عنہ کی اجازت ہو تو میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر ان کا ارادہ معلوم کروں؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اجازت دی تو حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ

نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے کہا ہم اور تم اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی جانب رجوع کریں اور دونوں جانب سے کسی ایسے شخص کو فریق منتخب کریں اور ان سے حلف لیں کہ وہ قرآن مجید کے موافق فیصلہ کریں اور اس کے بعد جو بھی فیصلہ ہو دونوں فریق اس فیصلے کو قبول کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جانب سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فریق نامزد کیا۔ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام صورتحال سے آگاہ کیا اور اہل عراق کی جانب سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس نام سے اختلاف کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام پیش کیا۔ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ اپنے رشتہ دار کو نامزد کرتے ہیں جبکہ ہم ایسے شخص کو نامزد کرنا چاہتے ہیں جس کا آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے برابری کا تعلق ہو۔

اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کا نام لیا لیکن حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے فیض یافتہ ہیں جبکہ اشتر نخعی کو ان کی صحبت نہیں ملی چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نامزد کر دیا۔

اس دوران حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اقرار نامہ کی تحریر کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ کاتب نے تحریر کے آغاز میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ لکھا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے ابھی آپ رضی اللہ عنہ کا امیر المومنین تسلیم نہیں کیا چنانچہ امیر المومنین کے لفظ کو مٹا دیا گیا اور پھر معاہدہ تحریر کیا گیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۵۸ تا ۳۶۲، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۲۲۲ تا ۲۳۶، تاریخ

ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۲۰ تا ۳۲۱)

جنگ بندی کا معاہدہ:

> ”یہ معاہدہ علی (رضی اللہ عنہ) اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے درمیان ہے۔ علی (رضی اللہ عنہ) نے اہل عراق اور تمام لوگوں کی جانب سے ایک منصف مقرر کیا جبکہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اہل شام کی جانب سے منصف مقرر کیا۔ بلاشبہ ہم لوگ اللہ عزوجل کے حکم کو اور قرآن مجید کو ماننے والے ہیں۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل اور اس کی کتاب کے سوا کسی بات کو اختیار نہیں کریں گے اور قرآن مجید کے حکم کو زندہ کریں گے۔ ہم اس بات کو یقینی بنائیں گے جس پر عمل کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور جس سے منع کیا گیا اس سے باز رہیں گے۔ یہ دونوں حضرات یعنی ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم جو فیصلہ قرآن مجید کے مطابق پائیں وہی فیصلہ کریں اور اگر قرآن مجید کے ذریعے فیصلہ نہ کر پائیں تو پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔“

جنگ بندی کے معاہدے کی تحریر کے بعد دونوں جانب سے اس پر دستخط کئے گئے اور منصفین کو چھ ماہ کا وقت دیا گیا کہ وہ اس مقررہ وقت کے دوران دومۃ الجندل میں دونوں فریقین کو طلب کریں اور اپنا فیصلہ سنائیں۔ اہل عراق اور اہل شام کے چار چار سو لوگ ان کے ہمراہ ہوں گے جو باقی تمام مسلمانوں کے قائم مقام تصور کئے جائیں گے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۴۲ تا ۳۴۳، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۲۲۷ تا ۲۲۸، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۲)

دومۃ الجندل میں منصفین کا اجتماع:

جنگ بندی کے معاہدے کے مطابق دونوں جانب کے منصفین کا اجتماع دومۃ الجندل کے نزدیک اذرج کے مقام پر ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چار سو افراد روانہ کر دیئے اور ان پر حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ کو سربراہ مقرر کیا گیا جبکہ امامت کی ذمہ داری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سپرد کی گئی۔ اس اجتماع میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن الحرث رضی اللہ عنہم و دیگر اکابر شامل تھے اور انہوں نے اس جنگ سے خود کو علیحدہ رکھا تھا۔

اس دوران حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی چار سو افراد کے ہمراہ اذرج کے مقام پر پہنچ گئے اور پھر دونوں فریقین کے مابین باقاعدہ گفتگو کا آغاز ہوا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا گیا اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) ان کے وارث ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سچ ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چونکہ سیاسی امور کے ماہر تھے اس لئے انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنا ہم خیال بناتے ہوئے کہا پھر تمہیں کون سی بات معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنانے سے روک رہی ہے؟ معاویہ (رضی اللہ عنہ)، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خط و کتابت کرتے رہے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو امورِ سیاست اور ریاست کا وسیع تجربہ ہے اور اگر تم انہیں خلیفہ منتخب کر لو تو وہ تمہیں بھی حکومت میں شامل کر لیں گے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بات سننے

کے بعد کہا اے عمرو (رضی اللہ عنہ)! اللہ سے ڈرو۔ خلافت کی بنیاد تقویٰ پر ہے نہ کہ سیاست پر اور علی (رضی اللہ عنہ) اپنے تقویٰ کی بنیاد پر اس کا حق رکھتے ہیں اور جہاں تک کسی علاقے کی گورنری کا تعلق ہے میں اللہ عزوجل کے کاموں میں رشوت لینا ناپسند کرتا ہوں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہاری اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر تمہارا عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر تمہیں میرے بیٹے عبداللہ کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ واقعی نیک اور شریف تھا لیکن تمہاری وجہ سے وہ بھی فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا تو گویا تم امر خلافت اس کے سپرد کرنا چاہتے ہو جسے اس کے متعلق کچھ علم نہ ہو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کے درمیان یہ گفتگو تنہائی میں ہو رہی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمرو (رضی اللہ عنہ)! پہلے ہی کافی خون خرابہ ہو چکا اب قوم مزید کسی آزمائش کی متحمل نہیں ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے باہم اتفاق کے بعد طے کیا کہ پھر دونوں کو معزول کر کے لوگوں کو اس کا اختیار دیتے ہیں کہ وہ جسے چاہیں اپنا خلیفہ مقرر کر لیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے منظور ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے خط و کتابت جاری رکھی تھی تاکہ تمام صورتحال سے آگاہ رہیں۔ اس دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خطوط براہ راست حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام آتے رہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو معاملہ فہم تھے اذرح پہنچے اور حضرت ابوموسیٰ

اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے علیحدہ علیحدہ ملاقاتیں کیں تا کہ دونوں فریقین کی رائے سے آگاہ ہو سکیں۔ مگر دونوں فریقین سے ملاقات کے بعد وہ اس اندازہ پر پہنچے معاملہ انتہائی پیچیدہ ہے اور دونوں فریقین کا باہم متفق ہونا محال ہے۔

خلافت دو حصوں میں منقسم ہوگئی:

حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا جب اس بات پر اجتماع ہو گیا کہ دونوں حضرات کو معزول کر دیا جائے تو دونوں حضرات مسجد میں تشریف لے گئے۔ دونوں جانب کے تمام افراد بھی مسجد میں تشریف لے آئے۔ مسجد میں پہنچ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ فیصلے کا اعلان کریں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بے شمار ہیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہ فیصلے کا اعلان کریں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔

> ”میں اور عمرو (رضی اللہ عنہ) جس بات پر متفق ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو معزول کرتے ہیں اور مجلس شوریٰ کو اختیار دیتے ہیں وہ مسلمانوں کی رائے کے مطابق نیا خلیفہ منتخب کرے۔“

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے اعلان کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور اعلان کیا۔

> ”میں موسیٰ (رضی اللہ عنہ) کے فیصلہ کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے سے معزول کرتا ہوں اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ان کے عہدے پر برقرار رکھتا ہوں اور انہیں خلافت کا حقدار سمجھتا ہوں۔“

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تقریر سے ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و دیگر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ملامت کی تم دھوکہ کھا گئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ چونکہ امورِ سیاست سے ناواقف تھے اس لئے انہیں بھی اس تقریر پر بہت غصہ آیا۔ انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے ہمارے درمیان متفقہ فیصلے کے خلاف اعلان کیا ہے۔ اس دوران حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور حالات خراب ہونا شروع ہو گئے چنانچہ اس معاملہ کے بعد اہل عراق کوفہ کی جانب چلے گئے جبکہ اہل شام نے دمشق کی راہ لی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گوشہ نشین ہو گئے اور اپنی باقی تمام زندگی مکہ مکرمہ میں گزار دی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دمشق جا کر خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام واقعہ بتایا جس پر آپ رضی اللہ عنہ نے دعائے قنوت پڑھی۔

اس فیصلے کے بعد خلافت باقاعدہ دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل عرب و عراق کے خلیفہ ہوئے اور ایران کے مفتوحہ علاقوں پر بھی آپ رضی اللہ عنہ کا حکم نافذ رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ کوفہ ٹھہرا جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملک شام و فلسطین پر اپنی حکومت قائم کی جس میں بعد ازاں مصر کو بھی شامل کر لیا گیا۔ خلافت کی واضح تقسیم کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کمزور کرنے کے لئے سیاسی چالیں کھیلنا شروع کر دیں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۲۷۰ تا ۲۷۳، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۸،

تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۴۲۳ تا ۴۲۶)

✠……✠……✠

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خوارج

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امر خلافت کو دو گروہوں میں تقسیم کرنے کے فیصلے کو تسلیم نہ کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اس دوران خارجیوں نے بغاوت شروع کر دی اور عراق میں شورش برپا کر دی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے ارادہ کو ملتوی کرنا پڑا اور ان خارجیوں کی جانب توجہ دینی پڑی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاہدہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل بنی تمیم کے ایک شخص غزویہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ معاہدہ امن پر اعتراض کیا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کوفہ چلا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ جب کوفہ پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور بحث پر اتر آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سمجھدار کون ہے؟ انہوں نے عبداللہ بن الکواء کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن الکواء سے پوچھا کہ تم نے میرے دست حق پر بیعت کی اب اس خروج کی وجہ کیا ہے؟ عبداللہ بن الکواء نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے عمل کی وجہ سے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ! میرا ارادہ جنگ روکنے کا نہ تھا لیکن تم نے اصرار کیا اور میں نے جنگ بندی پر آمادگی ظاہر کی۔ اب دونوں جانب کے منصفین نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ وہ قرآن اور سنت کے خلاف فیصلہ نہیں کریں

گے اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو پھر ہماری تلوار اس کا فیصلہ کرے گی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر عبداللہ بن الکواء نے کہا امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور اس کے ساتھیوں نے بغاوت کی اور قرآن کی رو سے انہیں قتل کیا جانا چاہئے اس لئے ہم کسی منصف کے فیصلے کو نہیں مانتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ فیصلہ کسی منصف کا نہیں قرآن کا ہوگا جس پر عبداللہ بن الکواء راضی ہو گیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی اس بات پر رضامند کر لیا۔ منصفین کے فیصلے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر ملک شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو خارجیوں کے سربراہ حرقوص بن زہیر اور ذرعہ بن البرج نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے ہمارے مشورے کو رد کر دیا اور اب خود وہی کام کرنا چاہتے ہیں جب تک آپ رضی اللہ عنہ اپنی غلطی تسلیم نہیں کریں گے ہم آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خوارج کو قائل کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے مؤقف کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک دن جامع مسجد کوفہ میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ایک خارجی کھڑا ہوا اور اس نے نعرہ لگایا لاحکم الا اللہ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر! تم کلمہ حق سے باطل کا اظہار کرتے ہو۔ یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ پھر خطبہ دینے لگے۔ اس دوران ایک اور خارجی نے ایسا ہی نعرہ بلند کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو جبکہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خوارج کو سمجھانے کے بعد واپس چلے گئے جبکہ یہ خارجی عبداللہ ابن وہب کے پاس اکٹھے ہوئے اور اسے بغاوت پر آمادہ کیا جس کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ کوفہ سے چلے جائیں۔ پھر خوارج پانچ پانچ کی ٹولیاں بنا کر نہروان کی جانب نکلنا شروع ہو گئے اور اپنی قوت جمع کرنا شروع کر دی۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۲۶۹ تا ۲۷۴، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۴۲۷ تا ۴۲۸،

البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۶۶)

جنگ نہروان:

نہروان پہنچ کر کوفہ کے ان باغیوں نے خط لکھ کر بصرہ کے باغیوں کو بھی نہروان بلا لیا اور جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور ساتھ ہی ساتھ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء پر کفر کے فتوے لگانا شروع کر دیئے۔ اس دوران انہوں نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو بھی ان کی اہلیہ اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ شہید کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب خوارج کی سرکشی کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا خطرہ محسوس کیا تو اپنے لشکر کو نہروان کی جانب پیش قدمی کرنے کا حکم دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا لشکر نہروان پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اعلان کروایا کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے جو بھی خارجی ان کے ساتھ آن ملے گا اسے وہ اپنا بھائی سمجھیں گے چنانچہ خارجیوں کی ایک بڑی تعداد آپ رضی اللہ عنہ سے آن ملی۔ اب خارجیوں کی تعداد چار ہزار رہ گئی تھے جو اپنے سردار عبداللہ بن وہب کے ساتھ موجود تھے۔

یہ تمام خارجی اپنے عقیدے پر پختہ تھے اس لئے انہوں نے بلا کسی خوف کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے ان خوارج کا مقابلہ کیا اور ایک ایک کر کے تمام خارجی مارے گئے اور صرف نو خارجی اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے میدانِ جنگ سے فرار ہونے میں ہی اپنی عافیت جانی۔

خارجیوں کے ساتھ جنگ کے نتائج حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں زیادہ مفید ثابت نہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہروان سے ہی ملک شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے بہت سے لوگ اس فیصلے کے خلاف ہو گئے اور وہ

واپس کوفہ لوٹ گئے جس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد صرف ایک ہزار رہ گئی۔

اس فیصلے کا نتیجہ یہ نکلا کہ شام پر لشکر کشی کا ارادہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

خوارج کے ساتھ اس لڑائی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے سات افراد نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق خوارج میں اس شخص کو تلاش کیا جس کی نشانی حضور نبی کریم ﷺ نے فتنہ کو بیان کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو ڈھونڈ لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر! حضور نبی کریم ﷺ نے درست فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے خوارج کی لاشوں کو میدانِ جنگ میں ہی رہنے دیا اور اپنے لشکر کے ہمراہ کوفہ واپس لوٹ گئے۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۲۷۴ تا ۲۸۸، تاریخ ابن خلدون جلد اول صفحہ ۴۲۸ تا ۴۳۲، البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۲۷۳ تا ۳۰۵)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مصر پر قابض ہونا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے مصر پر محمد بن ابی بکر کو گورنر مقرر کیا گیا تھا اور محمد بن ابی بکر نے آپ رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر اہل خربتہ سے زبردستی بیعت کرنی چاہی تو اہل خربتہ نے بغاوت کر دی جس کی وجہ سے مصر کے حالات خراب ہونا شروع ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس دمشق لوٹے تو انہوں نے مصر کی جانب توجہ دی اور جب انہیں وہاں حالات کی نزاکت کا علم ہوا تو انہوں نے اہل خربتہ کو پیغام بھیجا کہ ہم ہر حال میں تمہاری مدد کریں گے۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک لشکر مصر پر حملہ کے لئے بھیجا۔ محمد بن ابی بکر کو خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت کنانہ بن بشر رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ ایک زبردست مقابلہ کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت

کنانہ بن بشر ؓ کے لشکر کو شکست دی اور حضرت کنانہ بن بشر ؓ اس معرکہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت کنانہ بن بشر ؓ کی شہادت کے بعد محمد بن ابی بکر ایک لشکر کے ہمراہ خود حضرت عمرو بن العاص ؓ کے مقابلے کے لئے نکلے مگر حضرت عمرو بن العاص ؓ کا لشکر جو تعداد اور آلاتِ حرب میں ان سے کئی گنا بڑھا تھا اس نے انہیں شکست فاش دی اور محمد بن ابی بکر کو مارنے کے بعد انہیں ایک مردہ گھوڑے کی کھال میں بھر کر زندہ جلا دیا۔ محمد بن ابی بکر کی وفات کے بعد مصر پر حضرت عمرو بن العاص ؓ کا قبضہ ہو گیا اور حضرت امیر معاویہ ؓ نے انہیں اپنی جانب سے مصر کا گورنر مقرر کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ ؓ کو جب مصر پر حضرت امیر معاویہ ؓ کے قبضہ کی اطلاع ملی تو آپ ؓ نے اہل کوفہ کو انتہائی سست کہا اور ایک تقریر بھی کی مگر اہل کوفہ پر آپ ؓ کی باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور یوں آپ ؓ نے جب اپنے حامیوں کو متفق نہ دیکھا تو مصر اور شام پر حملہ کا خیال ترک کر دیا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ تا ۳۱۰، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۴۳۲ تا ۴۳۳، البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۳)

اہل بصرہ کی بغاوت کو کچلنا

حضرت امیر معاویہ ؓ نے مصر پر قابض ہونے کے بعد عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ بھیجا تاکہ وہ اہل بصرہ کو آمادہ کریں کہ حضرت عثمان غنی ؓ کے خون کا قصاص لینا جائز ہے۔ عبداللہ بن حضرمی جب بصرہ پہنچے تو اس وقت بصرہ کے حاکم حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کوفہ حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے پاس موجود تھے۔ عبداللہ بن حضرمی نے اہل بصرہ کو حضرت امیر معاویہ ؓ کا ایک خط دکھایا

جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل بیان کئے گئے تھے اور لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص طلب کرنے پر اکسانا شروع کر دیا۔

عبداللہ بن حضرمی کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور بنو تمیم اور دیگر اہل بصرہ اس پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب ان کے ناپاک ارادوں کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے عین بن ضبیعہ کو بصرہ بھیجا جنہوں نے ایک مقابلہ کے بعد عبداللہ بن حضرمی کو قتل کر دیا اور بنو تمیم کے تمام بڑے سرداروں کو مار دیا۔ عبداللہ بن حضرمی اور دیگر سرداروں کے قتل کے بعد اہل بصرہ نے دوبارہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی حمایت کا یقین دلایا جس کے بعد بصرہ میں ایک مرتبہ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی عملداری قائم ہو گئی۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۱۲ تا ۳۱۴)

اہل ایران کی بغاوت کو کچلنا

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی باہمی چپقلش کو دیکھتے ہوئے اہل ایران نے بغاوت کر دی اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ جو اہل ایران پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نامزد گورنر تھے انہیں ایران سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے زیاد بن حفصہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک لشکر کو ان باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ زیاد بن حفصہ رضی اللہ عنہ نے ان باغیوں کا بھرپور مقابلہ کیا اور ایک مرتبہ پھر انہیں زیر کر دیا اور یوں ایک مرتبہ پھر ایران پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقبوضہ علاقوں پر شامی افواج کی لشکر کشی:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو کمزور

کرنے کے لئے مختلف سیاسی چالیں چلیں اور عراق کے مختلف صوبوں میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی توجہ عراق اور ایران کی جانب مبذول ہو گئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یمن اور حجازِ مقدس پر قبضہ کر لیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر مجبور کیا گیا۔ جس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت عراق اور ایران تک محدود ہو گئی۔ یمن اور حجازِ مقدس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبضے کی ایک وجہ یہ بھی تھی آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد کوفہ کو دارالخلافہ قرار دے دیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم ہو گئے تھے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی جانب توجہ نہ دے سکے جس کی وجہ آپ رضی اللہ عنہ کو ان فتنوں اور بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو کہ ان تمام بغاوتوں کو شروع کرنے والے تھے انہوں نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی تمام توجہ ان بغاوتوں کی جانب مبذول دیکھی تو انہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی اور لوگوں کو زبردستی بیعت پر مجبور کیا جانے لگا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ابی ارطاۃ کو تین ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا اس نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد مدینہ منورہ کے حاکم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے تقدس کی بناء پر اور قتال سے بچتے ہوئے کوفہ روانگی اختیار کر لی۔ بسر بن ابی ارطاۃ نے مدینہ منورہ کے لوگوں سے زبردستی بیعت لینا شروع کر دی اور لوگوں کے دلوں میں اپنا رعب بڑھاتے ہوئے چند گھر بھی مسمار کر دیئے۔ پھر بسر بن ابی ارطاۃ مکہ مکرمہ روانہ ہوا اور وہاں کے لوگوں سے بھی زبردستی بیعت لینا شروع کر دی۔ (تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۳۸ تا ۳۴۶)

……

باب ششم:

فضائل و مناقب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ اللہ عزوجل نے قرآنِ پاک میں آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مواقع پر آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان کی ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا اقرار کرتے تھے۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کے متعلق آیاتِ قرآنی، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال نقل کیے جا رہے ہیں۔

فضیلت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بروئے قرآن مجید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں قرآن مجید کی بے شمار آیات نازل ہوئیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں تین سو آیات نازل فرمائی ہیں۔ علمائے حق نے آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے باب میں بے شمار کتب مرتب کی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ
تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ

وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ

عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ (آل عمران:۶۱)

> ”پھر اے محبوب (ﷺ) جو تم سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت بالا کی تفسیر میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا مقصد آپ ﷺ سے مناظرہ کرنا تھا۔ ان عیسائیوں نے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

> ”وہ اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں اور کنواری مریم علیہا السلام کی جانب القا کیے گئے۔“

عیسائی بولے وہ تو (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ کیسے؟ عیسائی بولے کیا آپ ﷺ نے کوئی بندہ ایسا دیکھا جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

> ”اگر یہ دلیل ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق تم کیا رائے رکھتے ہو کہ وہ بغیر ماں باپ کے پیدا کئے گئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو ماں تھیں اور باپ نہ تھے۔“

ان عیسائیوں کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کی بات کا کوئی جواب نہ تھا مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی کی بناء پر جھگڑنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم مباہلہ کر لو جو سچا ہوا

وہ بچ جائے گا اور جو غلط ہوا وہ برباد ہوگا اور حق و باطل ظاہر ہو جائے گا چنانچہ اس موقع پر اللہ عزوجل نے آیت بالا نازل فرمائی۔

عیسائی وفد نے حضور نبی کریم ﷺ کی بات سنی تو کہا ہمیں تین دن کی مہلت دیں۔ آپ ﷺ نے انہیں تین دن کی مہلت دی اور پھر تین دن گزرنے کے بعد وہ عیسائی وفد عمدہ قبائے زیب تن کئے اپنے نامور پادریوں کے ہمراہ واپس لوٹا۔ آپ ﷺ بھی تشریف لائے اور آپ ﷺ کی گود میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تھے، بائیں ہاتھ سے آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا جبکہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے پیچھے تھے۔ آپ ﷺ ان سب سے فرما رہے تھے جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

"اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔"

عیسائی وفد میں موجود بڑے پادری نے جب حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے اہل بیت کے ہمراہ دیکھا تو پکار اٹھا۔

> "بلاشبہ میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر یہ ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں دعا کریں کہ اے اللہ! ان پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو وہ ان پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دے اور تم ان سے ہرگز مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک کر دیئے جاؤ گے اور پھر روئے زمین پر کوئی بھی عیسائی باقی نہ رہے گا۔"

عیسائی وفد نے جب اپنے بڑے پادری کی بات سنی تو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا ہم آپ ﷺ سے مباہلہ نہیں کرتے، آپ ﷺ اپنے دین پر رہیں اور ہم اپنے دین پر رہیں گے۔ پھر ان عیسائیوں نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر فرمایا۔

”قسم ہے اللہ عزوجل کی جس کا عذاب ان کے سروں پر تھا اور اگر یہ مباہلہ کرتے تو یہ بندر اور خنزیر بن جاتے اور ان کے گھر جل کر خاکستر ہو جاتے اور ان کے چرند و پرند سب نیست و نابود ہو جاتے۔“

(تفسیر خزائن العرفان)

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ (المجادلہ: ۱۲)

”اے ایمان والو! جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا ہو تو اپنی غرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔“

آیت بالا کی تفسیر میں مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل اس فرمان میں لوگوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کا حکم دے رہے ہیں اور اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اغنیاء حاضر ہوتے اور اپنا مقصد بیان کرتے جبکہ فقراء کو اپنا مقصد بیان کرنے کا موقع کم ملتا تھا چنانچہ اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ جب تم نبی ﷺ سے اپنا مقصد بیان کرنے لگو تو کچھ صدقہ دے دیا کرو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس حکم پر سب سے پہلے عمل کیا اور ایک دینار صدقہ کرنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ سے دس مسئلے دریافت کئے اور پھر جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے سوال کر چکے تو اللہ عزوجل نے اس حکم کو منسوخ کر دیا چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کو اس حکم پر عمل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

فضیلت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بروئے احادیث

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کے کئی مواقع پر آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان فرمائے۔ ذیل میں چند احادیث بطورِ نمونہ پیش کی جارہی ہیں۔

مومن بغض نہیں رکھتا:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافق، علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت نہیں رکھتا اور مومن، علی (رضی اللہ عنہ) سے بغض نہیں رکھتا۔ (سنن الترمذی جلد پنجم کتاب المناقب باب فی مناقب علی رضی اللہ عنہ حدیث ۳۷۳۸)

علی رضی اللہ عنہ سے محبت، اللہ سے محبت ہے:

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا جس نے علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علی (رضی اللہ عنہ) سے دشمنی مول لی اس نے مجھ سے دشمنی مول لی اور جس نے مجھ سے دشمنی مول لی اس نے اللہ سے دشمنی مول لی۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۵)

شہر علم کا دروازہ:

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ جس نے علی (رضی اللہ عنہ) کو برا کہا بلاشبہ اس نے مجھے برا کہا اور میں علم کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) شہر علم کا دروازہ ہے۔ (مستدرک الحاکم جلد چہارم کتاب معرفۃ الصحابہ انا مدینۃ العلم حدیث ۴۶۹۳)

میں اور علی رضی اللہ عنہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم

ﷺ نے فرمایا کہ تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں جبکہ میں اور علی (رضی اللہ عنہ) ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۸)

علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی (رضی اللہ عنہ) کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۹)

تو میرا ہے میں تیرا ہوں:

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ (صحیح بخاری جلد دوم کتاب المناقب باب مناقب علی رضی اللہ عنہ حدیث ۸۹۷)

مردوں میں سب سے زیادہ محبت:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبت کس سے تھی؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے۔ سوال کرنے والے نے پوچھا حضور نبی کریم ﷺ مردوں میں کس سے زیادہ محبت رکھتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔

(جامع ترمذی جلد دوم باب ماجاء فی فضل فاطمہ رضی اللہ عنہا)

فضیلت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بزبانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی بے شمار اقوال ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرعی و فقہی مسائل میں آپ رضی اللہ عنہ سے رجوع کرتے تھے۔ ذیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند اقوال یہاں بطورِ نمونہ پیش کیے جا رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا چہرۂ علی رضی اللہ عنہ کو تکنا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اکثر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو غور سے دیکھا کرتے تھے میں نے ایک مرتبہ وجہ پوچھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ علی (رضی اللہ عنہ) کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

(ابن عساکر بحوالہ تاریخ دمشق حدیث ۱۶۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین بہترین فضیلتیں ایسی عطا کی گئیں جن میں سے ایک بھی اگر مجھے مل جاتی تو وہ میرے نزدیک دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ تین فضیلتیں کون سی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلی فضیلت یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کیا۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ انہیں وہاں حلال ہے مجھے حلال نہیں۔ تیسری فضیلت یہ کہ غزوۂ خیبر کے دن انہیں علم عطا فرمایا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۳۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا ہم میں بہترین رائے رکھنے والے علی (رضی اللہ عنہ) ہیں اور ہم میں بہترین قاری ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ (مستدرک الحاکم جلد سوم حدیث ۵۳۲۸)

⁂

سیرتِ مبارکہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اخلاقِ حسنہ سے متصف تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے چونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے زیر سایہ تربیت پائی تھی اس لئے حضور نبی کریم ﷺ کی عادات و اطوار کا پرتو تھے۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ کے چند واقعات بطورِ نمونہ بیان کئے جا رہے ہیں۔

محنت مزدوری میں عار محسوس نہ کرتے تھے:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری زندگی رزقِ حلال کما کر کھایا۔ آپ رضی اللہ عنہ محنت، مزدوری میں کچھ عار محسوس نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے اطراف میں تشریف لے گئے۔ ایک بوڑھی عورت نے آپ رضی اللہ عنہ کو کنوئیں سے پانی نکالنے کے عوض چند کھجوریں بطورِ مزدوری دینے کے لئے کہا جسے آپ رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے سولہ ڈول پانی کے نکالے اور آپ رضی اللہ عنہ کو مزدوری میں سولہ کھجوریں ملیں جنہیں لے کر آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ میری مزدوری ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان میں سے چند کھجوریں تناول فرمائیں۔

(حلیۃ الاولیاء جلد اول صفحہ ۷۹)

نفس کو عمدہ چیزوں کا عادی نہیں بنایا:

حضرت عبداللہ بن شریک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ فالودہ لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فالودہ کو دیکھ کر فرمایا کہ تو بہت اچھا خوشبودار اور ذائقہ والا ہے لیکن میں گوارا نہیں کرتا کہ میرا نفس اس کا عادی بنے۔ (حلیۃ الاولیاء جلد اوّل صفحہ ۸۷)

ایک لونڈی کی سفارش:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی کو دیکھا جو کہ کھجور والے کی دوکان پر کھڑی رو رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی سے رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں نے اس دوکاندار سے ایک درہم کے عوض یہ کھجوریں لیں لیکن میرے آقا نے ان کھجوروں کو واپس کر دیا اب یہ دوکاندار ان کھجوروں کو واپس نہیں لے رہا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کی سفارش اس دوکاندار سے کی تو دوکاندار جو کہ آپ رضی اللہ عنہ کو جانتا نہ تھا اس نے انکار کر دیا۔ اس دوران چند لوگ اس دوکان پر اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو پہچانتے ہوئے دوکاندار سے کہا یہ امیر المومنین ہیں۔ دوکاندار یہ بات سن کر گھبرا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کا حق پورا پورا ادا کرو۔ دوکاندار نے اس عورت سے کھجوریں لے کر اسے ایک درہم واپس کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم لوگوں کا حق پورا ادا کرو گے تو میں تم سے خوش ہوں گا۔ (کنزالعمال جلد پنجم صفحہ ۵۷)

بوسیدہ چادر:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سردی کی شدت سے کانپ رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت ایک بوسیدہ چادر اوڑھ رکھی تھی۔ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا تو عرض کیا امیر المومنین! اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کے لئے بھی بیت المال سے حصہ مقرر کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ بیت المال

سے اپنے لئے کچھ لے لیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ عزوجل کی قسم! میں بیت المال سے کچھ نہ لوں گا اور یہ وہی چادر ہے جو میں نے مدینہ منورہ سے نکلتے وقت اوڑھ رکھی تھی۔ (حلیۃ الاولیاء جلد اوّل صفحہ ۸۷)

بیت المال میں جھاڑو لگانا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عادتِ کریمہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ بیت المال میں جھاڑو لگاتے یعنی تمام مال مستحقین میں تقسیم فرما دیتے اور پھر دو رکعت نماز ادا فرماتے اور جب آپ رضی اللہ عنہ سے اس طرزِ عمل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ بروزِ حشر یہ جگہ گواہی دے گی کہ یہاں مال جمع نہیں رکھا گیا اور نہ ہی مال کو مستحقین کے پاس جانے سے روکا گیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۶۱)

حلیہ مبارکہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قد میانہ، رنگ گندمی، آنکھیں بڑی، سینہ چوڑا اور جسم پر بال بکثرت تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بازو اور پنڈلیوں پر گوشت زیادہ تھا اور جسم مبارک قدرے فربہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے چوڑے اور مضبوط تھے اور سر مبارک کے بال قدرے کم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک گھنی تھی اور جو کوئی آپ رضی اللہ عنہ کے سراپا کو دیکھتا تھا وہ اس میں کھو جاتا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا لباس دو چادروں سے زیادہ نہ ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سر پر ہمیشہ عمامہ باندھتے تھے۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۶۰ تا ۳۶۱)

* …… * …… *

کشف و کرامات

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صاحب کشف و کرامت تھے اور آپ رضی اللہ عنہ سے حیاتِ طیبہ میں اور بعد وصال بھی کئی کرامتوں کا ظہور ہوا۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کی چند کرامات اختصار کے ساتھ بیان کی جا رہی ہیں۔

بوسیدہ دیوار:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک خستہ حال دیوار کے سائے میں بیٹھے کسی مقدمہ کا فیصلہ سنا رہے تھے۔ مقدمہ کے دوران لوگوں نے شور مچایا کہ امیر المومنین! یہ دیوار خستہ حال ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں یہ گر نہ جائے؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اطمینان سے فرمایا کہ مقدمہ کی کاروائی جاری رکھو اللہ عزوجل بہترین حفاظت فرمانے والا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے انتہائی اطمینان کے ساتھ مقدمہ سنا اور اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے بعد وہاں سے چل دیئے۔ جیسے ہی آپ رضی اللہ عنہ اس دیوار کے سایہ سے اٹھ کر روانہ ہوئے وہ خستہ حال دیوار گر گئی۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۸)

سیلاب میں کمی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ نہر فرات میں

شدید طغیانی کے باعث سیلاب آگیا جس سے تمام لوگ متاثر ہوئے اور فصلیں برباد ہوگئیں۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دادرسی کی درخواست کی۔ آپ رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کا جبہ مبارک و عمامہ شریف اور چادرِ پاک زیب تن فرمائی پھر گھوڑے پر سوار ہوئے اور ایک جماعت آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئی جس میں حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہر فرات کے پل پر پہنچے اور اپنے عصا سے نہر فرات کی جانب اشارہ کیا تو نہر کا پانی فوری طور پر کم ہوگیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید پانی کم ہوگیا۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ نے تیسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو سارا پانی اتر گیا اور سیلاب ختم ہوگیا یہ دیکھ کر لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا امیر المومنین! بس کیجئے اس قدر ٹھیک ہے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۳)

ایک ساعت میں قرآن ختم کرنا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اللہ عزوجل نے یہ قوت عطا فرمائی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سواری کے وقت ایک رکاب میں پاؤں ڈالتے تو قرآن مجید شروع کرتے اور دوسرے رکاب میں پاؤں ڈالنے تک آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید ختم کرلیا کرتے تھے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۸۰)

مدفن امام حسین رضی اللہ عنہ سے آگاہی:

حضرت اصبغ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ ہمارا گزر اس جگہ سے ہوا جہاں آج امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس جگہ آنے والے دور میں آلِ رسول ﷺ

کا ایک قافلہ قیام کرے گا اور اس جگہ ان کے اونٹ بندھے ہوئے ہوں گے اور اسی میدان میں جوانانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شہادت ہوگی اور یہ جگہ شہیدوں کا مدفن بنے گی اور زمین و آسمان ان لوگوں پر روئیں گے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۸۶)

بینائی جاتی رہی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے مخالفین کا جاسوس بن کر رہتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی خفیہ باتوں کی اطلاعات آپ رضی اللہ عنہ کے مخالفین کو پہنچاتا رہتا تھا۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے اِس بارے دریافت کیا تو اس نے قسمیں کھانا شروع کر دیں اور اپنی بے گناہی کا یقین دلانا شروع کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کی دیدہ دلیری دیکھ کر جلال میں آ گئے اور فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ عزوجل تیری آنکھوں کی بینائی چھین لے۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ اس شخص کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور وہ نابینا ہو گیا اور لوگ اسے لاٹھی پکڑا کر چلاتے تھے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۹۲)

* * *

باب ہفتم:

شہادت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ میں دورانِ نماز قاتلانہ حملہ کیا گیا اور ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو آپ رضی اللہ عنہ نے اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔

خوارج کی سازش:

۴۰ھ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نہروان میں خارجیوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔ اس جنگ میں جو خارجی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ان خارجیوں کا سردار ابن ملجم تھا۔ ابن ملجم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی حامی بھری۔ عمر بن بکر تمیمی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی شہادت کی حامی بھری جبکہ برک بن عبداللہ تمیمی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی حامی بھری چنانچہ ان تینوں نے اپنے اس ناپاک ارادے کے لئے سترہ رمضان المبارک بوقت فجر کا وقت طے کیا اور اپنے ان مذموم ارادوں کے لئے روانہ ہو گئے۔

عمر بن بکر تمیمی مقررہ وقت پر جامع مسجد جا پہنچا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس روز علیل ہونے کی بناء پر اپنے ایک افسر خارجہ بن حذافہ کو نماز فجر کی امامت کے لئے مسجد بھیج دیا۔ جب انہوں نے نماز کے لئے تکبیر کہی اسی وقت عمر بن بکر تمیمی نے آگے بڑھ کر ان کا سر قلم کر دیا۔ لوگوں نے عمر بن بکر تمیمی کو پکڑ کر حضرت

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا جہاں اس نے اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے کہا وہ ان کے قتل کی غرض سے آیا تھا لیکن اتفاقاً آج وہ خود نماز پڑھانے نہیں آئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کروا دیا۔ برک بن عبداللہ تمیمی جو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر مامور تھا وہ بھی مقررہ وقت پر جامع مسجد دمشق پہنچ گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز کے لئے امامت شروع کی تو برک بن عبداللہ تمیمی نے آگے بڑھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ برک بن عبداللہ تمیمی پکڑا گیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کروا دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۷۱، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۲۵۰ تا ۲۵۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کے لئے ابن ملجم کوفہ پہنچا۔ ابن ملجم مصر کا رہائشی تھا اس نے کوفہ جا کر اپنے حامیوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا جو نہروان میں بچ گئے تھے۔ اس دوران اس نے اپنا راز کسی سے بیان نہ کیا۔ ایک دن اس کی ملاقات شبیب بن شجرہ سے ہوئی جو اسے اپنے مطلب کا آدمی لگا۔ ابن ملجم نے جب اسے اپنے منصوبے سے آگاہ کیا تو اس نے ابن ملجم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا لیکن ابن ملجم نے اسے لالچ دے کر اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اس دوران ابن ملجم کی نظر بنو تمیم کی ایک حسین دوشیزہ پر پڑی اور وہ اسے دیکھتے ہی اس پر مر مٹا۔ اس حسینہ نے ابن ملجم کو پہچان لیا اور اس کو اپنے پاس بلایا۔ ابن ملجم جب اس کے پاس گیا تو اس نے اس شرط پر ابن ملجم سے نکاح کی حامی بھری کہ وہ اسے تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک لونڈی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کٹا ہوا سر مہر میں دے تو وہ اس سے نکاح کر لے گی۔ ابن ملجم نے کہا کہ اسے آخری شرط منظور ہے باقی کی شرائط وہ پوری کرنے پر قادر نہیں۔ بنو تمیم کی اس دوشیزہ نے حامی بھر لی۔ ابن ملجم نے اس دوشیزہ سے کہا کہ وہ

اپنے قبیلے کا کوئی قابل اعتماد آدمی دے تا کہ وہ اپنے اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ اس دوشیزہ نے وردان نامی ایک شخص کو ابن ملجم کے ساتھ کر دیا۔

سترہ رمضان المبارک بروزِ جمعہ فجر کے وقت ابن ملجم اپنے دونوں ساتھیوں شبیب اور وردان کے ہمراہ جامع مسجد کوفہ پہنچا اور یہ تینوں مسجد کی ایک کونے میں چھپ گئے۔ جس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نمازِ فجر کے لئے تشریف لائے اس وقت شبیب نے آگے بڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ پر پہلا وار کیا۔ شبیب کے وار کے بعد ابن ملجم آگے بڑھا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ پر دوسرا وار کیا۔ وردان نے یہ دیکھا تو بھاگ کھڑا ہوا۔ شبیب بھی وار کرنے کے بعد بھاگ نکلا جبکہ ابن ملجم پکڑا گیا۔ وردان نے جب اس کا ذکر اپنے دوستوں سے کیا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھانجے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت جعدہ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اس دوران سورج طلوع ہو چکا تھا۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں گھر لے گئے۔ ابن ملجم کو آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس بدبخت سے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے مجھے مارنے پر آمادہ کیا؟ ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اس تلوار کو چالیس روز تک تیز کیا اور اللہ سے دعا کی کہ اس سے وہ شخص مارا جائے جو خلق کے لئے شر کا باعث ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اس تلوار سے مارا جائے گا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حاضرین محفل بالخصوص اپنے فرزند حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اگر میں جانبر نہ ہو سکا تو تم اسے قصاص کے طور پر اسی تلوار کے ایک ہی وار سے قتل کر ڈالنا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۵۰ تا ۳۵۲، البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲۶ تا ۳۲۸، طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۳، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۴۳۶ تا ۴۳۷)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سترہ رمضان المبارک کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ خواب حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور فرمایا میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے میرے ساتھ نہایت برا برتاؤ کیا اور مجھے ناحق ستایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم اللہ سے دعا کرو چنانچہ میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی کہ مجھے ان سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میرے بجائے ان لوگوں کا ایسے شخص سے واسطہ ڈال دے جو مجھ سے بدتر ہو۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۶۲)

صاحبزادوں کو وصیت:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جب وقت وصال قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کو طلب فرمایا اور ان سے ذیل کی وصیت کی۔

> ''میرے بچو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں، میرے بعد تم دنیا کی محبت میں مبتلا نہ ہو جانا، کسی دنیاوی شے کے حصول میں ناکامی پر افسوس نہ کرنا، حق بات کہنا اور حق کا ساتھ دینا، مظلوموں کی اعانت کرنا، یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، ظالم کی حمایت نہ کرنا اور بے کسوں کو سہارا دینا، قرآن سے ہدایت لیتے رہنا اور اللہ کے احکام کی روشنی میں ملامت کرنے والے کی ملامت کرنے سے نہ ڈرنا۔''

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

> ''اپنے بھائی محمد (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور

اس کے ساتھ عفو ودرگزر سے کام لینا۔"

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی۔

"اپنے دونوں بڑے بھائیوں کی عزت وتوقیر کرنا ان کا حق تم پر
زیادہ ہے اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔"

شہادت علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی ظاہری زندگی میں ہی پیشین گوئی فرما دی تھی۔ ذیل میں حضور نبی کریم ﷺ کی چند احادیث شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی جا رہی ہیں۔

دو شخص انتہائی بدبخت ہیں:

روایات میں آتا ہے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا دو شخص انتہائی بدبخت ہیں۔ اوّل وہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور دوم وہ جو تیرے سر پر تلوار کا وار کرے گا اور تیری داڑھی کو خون سے رنگے گا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۱)

حضور نبی کریم ﷺ سے حوضِ کوثر پر ملاقات:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا علی (رضی اللہ عنہ) قرآن کے ساتھ ہوں گے اور قرآن علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوگا اور پھر دونوں مجھے حوضِ کوثر پر آن ملیں گے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۱)

میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے ہی سن رکھا ہے:

حضرت ابوالاسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ سے باہر جا رہا تھا تو میری ملاقات حضرت عبدالرحمٰن بن

سلام رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انہوں نے مجھے سلام کیا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا عراق جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا عراق نہ جایئے وہاں آپ رضی اللہ عنہ کا سر نیزے پر چڑھایا جائے گا۔ میں نے کہا اللہ عزوجل کی قسم! میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پہلے ہی سن رکھا ہے۔

شہادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کو وصیت کرنے کے بعد کلمہ توحید پڑھا اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۵۶، تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۳ تا ۲۵۴)

تجہیز و تکفین:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت سیّدنا امام حسن، حضرت سیّدنا امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہ کو دارالامارت کوفہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۴، تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۵۶، طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۶۳، البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۴۲۹)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولاد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پہلا نکاح حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ جن سے آپ رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی میں آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کے وصال کے

بعد آپ رضی اللہ عنہ نے آٹھ شادیاں کیں جن سے آپ رضی اللہ عنہ کی کثیر اولاد تولد ہوئی۔

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جن سے چار صاحبزادے تولد ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک نکاح حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا سے کیا جن سے دو صاحبزادے تولد ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک نکاح حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس بیوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا جن سے تو بیٹے تولد ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک نکاح حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے کیا جن سے ایک صاحبزادے تولد ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک نکاح حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کیا جن سے ایک بیٹے تولد ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک نکاح حضرت صہبا رضی اللہ عنہا سے کیا جن سے ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سعید رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جن سے دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک نکاح حضرت محیاۃ رضی اللہ عنہا سے کیا جن سے ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جو بچپن میں ہی وصال فرما گئی تھیں۔

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۶۱ تا ۳۶۲، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ ۴۳۹ تا ۴۴۰)

✠……✠……✠

سیرت پاک
حضرت عثمان
محمد محسن
شاکر پبلی کیشنز
سیرت پاک
حضرت ابوبکر صدیق
محمد محسن
شاکر پبلی کیشنز
سیرت پاک
حضرت عمر فاروق
محمد محسن
شاکر پبلی کیشنز لاہور
سیرت پاک
حضرت علی
محمد محسن
شاکر پبلی کیشنز

شاکر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور